
نادِم سیتاپوری

آگنی

"نادم سیتاپوری"

پبلشرز:- سلطان حسین

مکتبہ سلطانی ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۳

پہلی مرتبہ .... قیمت فی جلد دو۲ روپیہ (علاوہ محصولڈاک)

(باہتمام سلطان حسین مالک مطبع سلطانی فائن آرٹ پریس بمبئی طبع شد)

مارچ ۱۹۴۶ء

سیّد نذر حسین نظرؔ، بی۔ اے، بریلوی کے نام

جسے ہم ولی سمجھتے جو نہ..........................!

"نادم سیتاپوری"

فہرس


«این دفتر بی معنی!»

خطوط کی زبانی اکثر وہ بہت کچھ کہا اور سُنا جا سکتا ہے جسے کہنے کے لئے بسا اوقات زبان بیقرار اور سُننے کے لئے دل ۔ گوشش برآواز ۔ نظر آتے ہیں۔

اگر پورے طور پر نہیں تو کم و بیش میں نے اس کی کوشش ضرور کی ہے کہ اس " منظرنامہ " کو الفاظ کا جامہ پہنا کر آپ کے سامنے پیش کر دوں جسے ہر وہ شخص کہیں نہ کہیں ضرور دیکھ لیتا ہے جہاں ایک رنگین ماحول سوسائٹی اور سماج بن کر جنم پا چکا ہے۔ جہاں انسان کی تخیلی کائنات دنیا کے بنائے ہوئے مصنوعی فلسفوں اور نظریات کی گہرائیوں میں اُلجھ کر سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھتی ہے۔ جہاں زندگی کی سسکتی ہوئی آواز مجلسی زاویوں میں پھڑپھڑا رہی ہے۔ اور ہم ایک کشمکش میں پڑ جاتے ہیں ۔

خطوط قطعی طور پر " قلم برداشتہ " لکھے گئے ہیں جن کے پس منظر یا تو یہ کہنا چاہیئے کہ کوئی پلاٹ ہی نہ تھا اور اگر

کسی تصوراتی خاکے وجود کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی میرے ذہن کی اقتصادی و معاشی اُلجھنیں قطعی طور پر انہیں بُھلا چکی تھیں۔ سوائے اس کے کہ "چند" بُرے یا بھلے "کردار" ایک بھُولی ہوئی یاد بن کر کبھی کبھی ضرور سامنے آجاتے تھے جن کے صحیح خدّ و خال پر غور کرنے کے لئے اکثر مجھے اپنے حافظے کی عمیق گہرائیوں میں کھو جانا پڑتا تھا۔ اس لئے تضاد و تکرار کی بہت سی بے ربط خامیاں آپ کو یقیناً نظر آئینگی جس پر مجھے کسی "اجتہادانہ جہالت" کا ادعّا ہرگز نہیں ہے۔

اصلاحی اعتبار سے بھی شائد ان خطوط میں آپ کو کوئی ایسی بات نظر نہ آئے جس سے اس "بے ربط" پلاٹ کے خشک ہو جانیکا احتمال ہو اور نہ میرا طرزِ تحریر اب تک اس "اعصابی ادب" کے عبوری دور سے گذر سکا ہے جس کے لئے میں نوجوانوں کو یہ خطوط شب کی تاریکیوں میں پڑھنے کی دعوت دوں!

میری امکانی کوشش ہر وقت یہی رہی کہ اردو زبان و ادب میں سنجیدہ اور معیاری طنزیات کا جو فقدان موجود ہے۔ اس مشکل کو آسان طریقہ پر حل کرنے کی کوشش کروں اور شاید میں یہ عرض کرنے میں "بلا مبالغہ" کہنے پر حق بجانب بھی ہوں گا کہ کافی حد تک میں اپنی اس کوشش میں ضرور کامیاب

ہوا —!

گو کہ یہ خطوط ایک سال سے زائد عرصہ ہوا جب لکھنا شروع کئے تھے۔ مگر مسلسل بیماری اور غمِ روزگار نے کئی ماہ تک مجھے اس کی تکمیل کا موقع ہی نہیں دیا۔ حالاں کہ جب پہلے پہل یہ خطوط دیکلی " آئینہ " بمبئی میں شایع ہونا شروع ہوئے۔ تو ہر طرف سے یہ اصرار شروع ہو گیا کہ اسے مکمل کر کے جلد کتابی صورت میں شایع کیا جائے۔ لیکن کبھی نہ ختم ہونیوالی بیماریوں کا سلسلہ اچانک طور پر بڑھتا ہی رہا۔ میں دہلی میں ایک مہینے تک لبترِ علالت پر کروٹیں بدلتا رہا۔ اور کسی طرح بھی اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکا۔

جنوری ۱۹۴۶ء میں بمبئی واپسی پر چند زیرِ طبع کتابوں کے ساتھ بالآخر " ان سنی " کی بھی تکمیل کرنی پڑی۔ اور وہ بھی اس صورت میں جب میں نے لگاتار بارہ بارہ گھنٹے کام کیا ہے کیونکہ اس کے علاوہ میری چند کتابیں اور بھی زیرِ طبع وزیرِ تصنیف ہیں۔ جن کے مسوّدے لکھتا جاتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ کتابت ہو کر کاپیاں پریس جا رہی ہیں، پھر اس کے علاوہ میرے سر اور بھی بہت سی ذمہ داریاں ہیں جن سے چھٹکارا پانا اس زندگی میں دشوار ہی نہیں محال ہے۔

ان خطوط کی اشاعت و پیشکش کے سلسلہ میں جناب

سلطان حسین صاحب پروپرائٹر مکتبہ سلطانی بمبئی کا بہت بڑا ہاتھ ہے جو "مہاراشٹر" کے صوبہ میں وہ پہلے پبلشر ہیں جنہوں نے نہ محض اس صوبہ کے لئے اردو علم و ادب کی بہترین کتابیں شائع کر کے ایک شاندار ادبی و لسانی خدمت انجام دی ہے بلکہ صحیح طور پر اردو زبان کی نشر و اشاعت میں ہمیشہ نمایاں دلچسپی اور انہماک سے کام لیتے رہے ہیں۔ اس لئے میں ان کی ادب نوازی کا بہ صدق دل ممنون و مشکور ہوں۔

سب سے آخر میں میں اُن تمام احباب کی ذرّہ نوازیوں کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے "ان خطوط" کو پڑھکر اردو ادب کے طنزیاتی محسوسات سے لُطف اٹھایا اور میری ہمت افزائی فرماکر "اَن سُنی" کو مکمل کر دینے کے لئے مجبور کیا ورنہ میری مسلسل بیماریوں نے مجھے جتنا پست ہمّت بنا دیا ہے اس پر نظر کرتے ہوئے مجھے امید نہیں تھی کہ یہ کام اتنی جلدی پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے گا۔

ایک بات اور بھی عرض کروں گا اس سلسلہ میں جس کا تعلق عوام سے کم اور میرے مخلص ترین احباب سے زیادہ ہے۔ یعنی میرے وہ احباب جن کی تخیلی کائنات میرے ہر افسانے

کے پلاٹ کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتی ہے انہیں یقین کرنا چاہیئے کہ

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ

کیونکہ "ان سنی" میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سماج اور سوسایٹی کا وہ "روزمرہ" ہے جس کی خصوصیات کو اپنے سے منسوب کرنا قطعاً غلط ہے۔

اس حقیر پیش کش کو میں نے اپنے عزیز ترین دوست سیّد نذر حسین نظر بی، اے بریلوی کے نام منسوب کیا ہے، حالانکہ ارادہ یہی تھا کہ اس کا انتساب خود اپنے نام کروں گا کیونکہ ....!

نادم سیتاپوری
۹۷ ابراہیم رحمتہ اللہ روڈ بمبئی ۳

"پڑھنے سے پہلے"

شفیقؔ کوٹی

نادم سیتاپوری______

______کوئی نئے لکھنے والے نہیں ہیں جن کے لیے کسی تقریب و تعارف کی کہنہ رسم کا اعادہ کرکے میں آپ کا وقت خراب کرنے کی کوشش کرتا اور نہ بظاہر اسی کی ضرورت ہے کہ کوئی تفصیلی تنقید کرکے اس مشاہداتی و مطالعاتی تجزیہ کو پیش کیا جائے جو اپنی پوری انفرادیّت کے ساتھ آپ کو نادم کے طنزیاتی لٹریچر میں نظر آئیگا۔

پھر آپ کہیں گے کہ اس "سعیٔ لاحاصل" سے فائدہ بیکار کی اس جھک جھک سے نتیجہ! تو میں نہایت ادب سے ساتھ عرض کردوں گا کہ یہ چند سطور میری وہ مخلصانہ پیش کش کی ایک کڑی ہیں جس کی زنجیرہ بندی نے میرے اور نادم کے درمیان سے "من و تو" کی تفریق مٹادی ہے— لیکن کور باطنی کے ساتھ نہیں بلکہ منصفانہ طور پر—!

ہوسکتا ہے کہ نادم میں "عظیم بیگ چغتائی" کے جیسے پلاٹ نہ ملیں! پروفیسر رشید احمد صدیقی کا جیسا عالمانہ

طنز نظر نہ آئے۔ پطرس کی ایسی ہم آہنگی نہ دکھائے دے۔ مگر گیا۔ ان سُنی" پڑھکر آپ یہ کہنے پر اپنے آپ کو مجبور نہ پائیں گے کہ نادمؔ کے طنزیات عامیانہ مزاج سے الگ ہوکر ایک "اچھوتا پن" اور ندرت نہیں لئے ہوئے ہیں! کیا اس کے تسلسل میں سنجیدہ مسکراہٹوں کا موجیں مارتا ہوا ایک اتھاہ سمندر پنہاں نہیں ہے۔ کیا اس کی شوخیوں میں زندگی لہریں لیتی ہوئی محسوس نہیں کی جاتی جس کا احساس ہمارے اور آپ کے دلوں کی گہرائیوں سے اکثر ٹکرایا کرتا ہے۔!

مغرب زدہ طبقے پر فی زمانہ "روسی لٹریچر" اور طنزیاتی ادب کا بہت ہی غلبہ ہے اور اس میں شک بھی نہیں کہ روسی ادیبوں اور انشاءپردازوں نے طنز و مزاح کو ترقی پسند ادب کے اس عبوری دور سے بہت قریب پہونچا دیا ہے جہاں مغرب کا دوسرا لٹریچر ابھی کافی دنوں تک نہ پہونچ سکیگا۔ مگر ہندوستان کا طنز و مزاح اسی لئے بلند اور معیاری نہیں ہے کہ وہ ہمارے تمدن، معاشرت، تہذیب، اور رسم ورواج کا ایک لطیف ترین پہلو ہے۔ بلکہ حقیقی معنوں میں اردو زبان نے اس مختصر سے دور میں جتنا شاندار طنزیاتی لٹریچر پیش کیا ہے اس کی مثال کسی دوسرے ادب میں آپ کو شاید ہی نظر آئے خواہ اسے آپ انیسویں صدی کے

آئینہ میں دیکھئے خواہ بیسویں صدی کی تصویروں میں ـــــ
جسے اپنی پوری یکسانیت مزاح و طنز کے تمام زیورات سے
یہاں آراستہ پائیں گے۔

منشی سجاد حسین، پنڈت رتن ناتھ سرشار اور شیخ ممتاز حسین وغیرہ کے بعد کسے خیال تھا کہ ہندوستان کا مزاحی لٹریچر ایک دن اتنی ترقی کر جائیگا کہ عظیم بیگ چغتائی، فرحت اللہ بیگ پروفیسر رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، کنہیا لال کپور، اور شوکت تھانوی جیسے اچھے لکھنے والے بھی پیدا ہو جائیں گے مگر یہ لاشعوری جذبہ جو ہمیشہ سے ہندوستان کا ایک ممتاز و نمایاں حصہ رہا ہے اس پُر جمود ماحول کے بعد بھی جاگتا رہا یہاں تک کہ آپ کا لٹریچر آج اس سے مالا مال ہو گیا۔!

"ان سنی" پڑھنے سے پہلے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تو دشوار ضرور ہے کہ ایسے فرسودہ موضوع پر کہاں تک لکھا گیا ہوگا، اور کیوں ــــ؟ مگر جب آپ اسے شروع سے آخر تک پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کرینگے تو بار بار جھنجلا جانے کے باوجود آپ یہ سوچنے پر ضرور مجبور ہو جائینگے کہ "کیا دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے" جس طرح الفاظ کی آواز لفظی ہیر پھیر سے وبائی اور تصویروں کے صحیح خدّ و خال "میک اپ" کے پردے ڈال کر چھپائے نہیں جاسکتے اسی طرح یہ کہنا کہ "ان سنی" کا افسانوی پلاٹ محض ایک تصوراتی

خاکہ ہے، اگر جھوٹ نہیں تو بہت حد تک مبالغہ آمیز ضرور ہے، اور اس کے لئے میں نادمؔ کو قصور وار نہیں ٹھہراتا۔ اور نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ اس کی واقعیت کا اعتراف و اقرار کرلیں۔ کیوں کہ موجودہ شکل میں ان کے کسی اقرار یا انکار سے اس کی افسانوی رومانیت میں نہ کوئی اضافہ ہوتا ہے نہ کسی قسم کی کمی۔ محسوسات کی تلخیاں ہر حالت میں اتنی ہی رہتی ہیں جتنی کہ اب محسوس کی جائیگی۔!

ان خطوط میں سب سے بڑی کمی جو مجھے نظر آئی وہ یہ ہے کہ نظریات اور فلسفے کی اُلجھنوں میں پھنس کر اکثر واقعات پلاٹ سے بہت دور پہنچ گئے ہیں جنھیں ذہن اسی وقت پھر یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے جب دوبارہ کہانی وہاں پہنچتی ہے۔

لیکن مثالوں کے ذریعہ سے سماج و سوسایٹی کی جس زندگی کا مشاہدہ کیا گیا ہے اس کے اکثر و بیشتر "زاویے" تلخ حقیقتیں ضرور ہیں مگر ناقابلِ انکار، جن کو بیان کرتے ہوئے بسا اوقات شرم بھی محسوس نہیں کی جاتی — پھر اگر وہ عریاں حقایق کاغذ پر بکھیر دیئے گئے تو —!

نادمؔ کے اسلوب بیان میں ایک بے پناہ بیباختگی

بیباکی اور روانی بھی ایسی موجود ہے جس کا تذکرہ نہ کرنا ایک بڑی حقیقت سے چشم پوشی کہی جائیگی جو اپنے پورے طوفانی جوش کیسا تھ ان خطوط میں ہنگامہ فرما نظر آئیگا۔ اور لطیف اشارے وکنائے اس طرح رقصاں و جنباں دکھائی دیں گے جنھیں پڑھکر ایک بے اختیارانہ وجدانی کیفیت طاری ہو جانا لازمی چیز ہے، اسی لئے "آن شنی" کا ہر خط بجائے خود ایک کیف آور رومان ہے جسے پڑھنے والے مسکرانے ہی پر مجبور نہ ہوں گے، بلکہ محسوس کرنے پر بھی قابو حاصل نہ کر سکیں گے

۴/۴ بی، آئی، ٹی بلاک
بمبئی ۳

نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے

لکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت
ہونگی اے خوابِ جوانی تیری تعبیریں بہت

گذشتہ ہولی کی چھٹیوں میں ——— !

میرے ایک عزیز ترین دوست نے جو اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ایک "آباد ویرانے" میں رہتے تھے ہم سب کو ایک ایسی "دعوتِ کام و دہن" دی جس میں شرکت نہ کرنے کے یہ معنی سمجھے جاتے کہ ہم لوگ تمام زندگی کیلئے ایک دوسرے سے جُدا ہوگئے —— یعنی یہ دعوت نامہ نہیں تھا بلکہ ایک قسم کا "الٹی میٹم" تھا جس کی عدمِ تعمیل میرے ہی لئے نہیں بلکہ ان تمام احباب کے لئے ناممکن تھی جو اس خطرناک سفر میں میرے شریک تھے۔۔

یہ سفر —— اگر "سفرِ وسیلۂ ظفر" ہی تک محدود رہتا تو شائد اس "ان سنی" کی نوبت ہی نہ آتی جو ایک مسلسل رومان بن کر ہم سب کے ذہن پر مرتسم ہو چکا ہے۔ جس کی یادداشت شائد زندگی بھر فراموش نہ ہو سکے ——

اسی "آباد ویرانے" کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں جس کا سینہ چیر کر ایک بڑی لمبی چوڑی سڑک نکالی گئی تھی۔ آم، جامن اور شیشم کے بڑے بڑے تناور درخت دو رویہ سر جھکائے ہوئے کھڑے

تھے۔ جب ہم لوگوں کا قافلہ گرد وغبار میں اٹا ہوا وہاں پہنچا! ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں بھی چل رہی تھیں۔ لیکن سفر کی تکان سے ہم لوگوں کے چہرے تمتما چکے تھے۔ اور ہم لوگ خود رفتہ منزل بنکر اس ماحول میں پہونچ چکے تھے جس کا تصوراتی نقشہ ہم سب کی نگاہوں میں مختلف زاویوں کی شکل میں ناچ رہا تھا۔!

کوئی سال بھر ادھر کی یہ بات ہے!۔ مگر۔ مگر! جب آج بھی ہم آنکھیں بند کر کے اس "آباد ویرانے" میں جاتے ہیں تو ویسی ہی چہل پہل۔ وہی قہقہے۔ اور وہی پرسکون نظارے ہماری آنکھوں میں جگمگا اٹھتے ہیں جو یقیناً ایک مسلسل کہانی سے تھے۔ "ایسی کہانی" جسے کانوں نے نہیں سنا۔ بلکہ آنکھوں نے دیکھا۔ میرے مخلص دوست نے "دعوت" کے پردہ میں جس "عداوت" کا شاندار انتظام کیا تھا۔ وہ خلوص سے بھری ایک مہمان نوازی تھی۔ لیکن رومان کا یہ زندہ جاوید مجسمہ۔!

ہندوستان کے ظالم سماج اور سوسائٹی کی ایسی منہ بولتی تصویر تھی جس کے آنسوؤں کا استقبال یہ بیسویں صدی قہقہوں سے کر رہی تھی وہ "کہانی" تو نہیں تھی۔ مگر سماج اسے ایک دکھ بھری کہانی بنا رہا تھا۔ ایک ایسا افسانہ بنائی جا رہی تھی "وہ" ۔ جو حقیقت بنکر دنیا کے لئے عبرت بن جانا چاہتا تھا۔

"رنڈی" جی ہاں۔! وہ ایک رنڈی تھی۔ وہی نفرت خیز جنس جسکو "گناہوں" کی خانقاہ میں چھپانے کیلئے لوگ اپنے تقدس

کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں ۔۔۔! کتنی شرمناک ۔۔۔ کتنی گندی ۔۔۔ اور کیسی کثیف غلیظ ۔۔۔ جس کے تصوّر سے رویاں رویاں کانپ اٹھتا ہے جس کے تخیّل سے سارے بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے ۔۔۔

قریب قریب ایک ہفتے تک ہم سب یہی کہانی دیکھتے رہے دن اور رات ۔۔۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک! یہاں تک کہ یہ چند روز ایک "یاد" بنکر یکایک نگاہوں سے اوجھل ہو گئے! اتنی دور چلے گئے جہاں واپس ہونے کے لئے ایک سال بالکل ناکافی ہے ۔۔۔!

آنکھوں دیکھی ہوئی یہی کہانی ۔۔۔ تصوّر کے اس مجسمہ سے مخاطب ہو کر سوسائٹی اور سماج کیلئے ایک افسانے کی صورت میں منتقل ہو گئی ہے جسے پڑھتے وقت آپ کو یہ نہ بھلانا چاہیئے کہ اس دنیا میں یہ بھی ہوتا ہے ۔۔۔ یہ سچ ہے کہ افسانوی دنیا میں یہ موضوع ایک بہت ہی فرسودہ نوعیّت اختیار کر چکا ہے اور اس پر ملک کے تمام مشہور ادیبوں نے وہ سب کچھ لکھدیا ہے جو اس موضوع پر سوچا جا سکتا تھا ۔۔۔!

مگر کیا کروں ۔۔۔؟ "موضوع" کی فرسودگی "رومان" کی زندگی نہیں چھین سکتی ۔۔۔ مجلسی اور سماجی نظریئے ٹکرا سکتے ہیں ۔۔۔ اور دنیا میں ہونیوالے روزمرّہ کے واقعات بھی ۔۔۔ لیکن ہر دور میں اُن کی حقیقی رومانیت کسی نہ کسی

ایسی جاذبیّت کی حامل ضرور ہوتی ہے جس کو سننے سے
اس لئے گریز نہیں کیا جا سکتا کہ اس قسم کے واقعات
سنتے سنتے کان پک چکے ہیں ۔۔
مجھے یہ تسلیم کرنے میں بھی عذر نہیں کہ ان خطوط
میں نظریات کا تضاد ۔۔۔ مثالوں کی تکرار ۔۔ اور خیالات
کا ٹکراؤ اکثر دوش بدوش نظر آئے گا ۔۔ لیکن یہی
" الجھاوے " اس رومان کی جان ہیں جن میں زندگی
نہیں " زندگیوں " کی پکار نظر آئے گی آپ کو ۔۔!
انسان کی تمام زندگی ایک مسلسل " ٹکراؤ "
ہے ۔ جسے حالات اور وقت کے موافق بنانے
کے لئے منطق اور فلسفے نے مستقل طور پر اتنا
اُلجھا دیا ہے کہ انسان " تضاد " اور " ٹکراؤ " سے
بچ نہیں سکتا ۔۔۔ !
" ان سنی " سچ مچ " ان سنی " ہو کر رہ گئی
جس کو سن کر بھی اس طرح آنکھیں پھیر لی گئیں
جیسے کچھ سنا ہی نہیں ۔۔۔۔
لیکن میں اسے " صدا الصحرا " نہیں سمجھتا ۔۔۔!
کیوں کہ تخیل کے خلوت کدہ سے نکل کر یہ اس
انجمن میں پہونچ چکی ہے ۔ جہاں کوئی روداد

"انسانی" نہیں رہتی —

پہلا خط ——————— ۱



اب لب پہ وہ ہنگامۂ فریاد نہیں ہے
اللہ ری تری یاد کہ کچھ یاد نہیں ہے

سُنا تم نے!

تمہارا نام بدل کر ــــ "ساحرہ" رکھا ہے میں نے ــــ!

جی تو چاہتا تھا کہ "کافرہ" کہدوں ــــ اور کہہ کیا دوں، تم ہو بھی تو "کافرہ"، ایک زہد شکن کافرہ! ــــ مگر ڈر یہ کہ مسلمان کہتی ہو اپنے آپ کو ــــ کہیں بگڑ نہ جاؤ ــــ دوسرے یہ کہ "کافرہ" کا سائن بورڈ دیکھ کر تمہارے سیکڑوں صاحب ایمان گاہک بھڑک جائیں گے ــــ تقدس مآب داڑھیاں پکٹنگ شروع کر دیں گی ــــ جس طرح کانگریس والے بدیشی کپڑے اور شراب پر پکٹنگ کرتے ہیں ــــ کتنا نقصان ہو گا تمہارا، تمہاری تو ساری دکانداری انہیں کے دم سے ہے ــــ! اگر یہ بھڑک گئے تو سارا کاروبار ٹھنڈا پڑ جائے گا ــــ!

ساحرہ ــــ سچ مچ تم ساحرہ ہو اور کافرہ بھی! معاف کرنا ان معنوں میں "کافرہ" نہیں جو ہر مسلمان اپنے ایمان کی پختگی دکھانے کیلئے عام طور پر دوسرے مسلمان کے متعلق کہدیا کرتا ہے ــــ بلکہ میں تمھیں صرف اس لئے کافرہ کہتا ہوں کہ تم سراپا "کفر ہو کفر" ــــ

تمھاری ہر ہر ادا ـــــ تمہاری نگاہوں کی ہر ایک سحر مستی زہد شکن ہے، تمہاری چال کا ہر ایک تموّج ایمان کے راستوں سے ڈگا دینے والی ایک لغزش! تمہارے تبسّم کی ہر ایک خیرگی ہوش وہوس کی دنیا اجاڑ دینے والی ایک برق ـــــ اور تم سرتاپا خدا کو بھلا دینے والی کافرہ ـــــ!

سنا تو یہی تھا آجتک ـــــ کہ رنڈی کا کوئی مذہب ہی نہیں ہوتا ـــــ نہ ہندو، نہ مسلمان، نہ عیسائی، نہ پارسی ـــــ روپیہ ہی دین ـــــ روپیہ ہی ایمان، ہوسکتا ہے کہ تمہاری بڑی بوڑھیوں میں کبھی رنڈی نے کسی مسلمان تماشبین کو لوٹنے کے لئے مسلمانوں کا روپ بھرا ہو، تاکہ وہ عقل کا اندھا اپنے تبلیغی کارنامے کی سزا سے کبھی چھٹکارا نہ پاسکے۔ اور اسی سیاسی طریقہ پر جی کھول کر اسے تباہ کیا گیا ہو ـــــ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ـ تمہاری سب کی عادت ہوگئی کہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرو۔

معاف کرنا واقعی میں تمہارے دو خطوں کا جواب نہ دی سکا۔ اور جواب دینا بھی تو کیا ـــــ؟ "وعدہ" تو لے ہی چکی ہو! پہلے ہی کہ مجھے تمہاری ہر ممکن امداد کرنا پڑے گی ـــــ رہ گیا مشورہ! تو بھلا میں تمہیں مشورہ ہی کیا دیسکتا ہوں۔ نہ جانے میری "صلاح" بری لگے تمہیں یا بھلی! مانو ـــــ یا نہ مانو ـــــ! جانے گیا ہو ـــــ میں اور تمہارے لئے "فرشتہ" ثابت ہوں گا تمہاری

خیال میں ـــــ کون سا فرشتہ ـــــ! " فرشتہ رحمت یا فرشتہ لعنت " شیطان بھی تو ایک فرشتہ ہی ہے ـــــ آخر تم مجھے کس فرشتے کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہو ـــــ جہاں تک مجھے معلوم ہے فرشتوں کو تم لوگوں کی دوستی راس نہیں آئی کبھی ـــــ اور ہمیشہ اللہ میاں بگڑ ہی گئے ـــــ وہ بھی ایسے کہ آخرت کے لئے بھی ان کی سزا نہ اٹھا رکھی ـــــ

ہاروت و ماروت کا قصہ تو سنا ہی ہوگا تم نے ـــــ دنیا کی سیر کرتے کرتے ایک دن ریجھ گئے ـــــ زہرہ پر ! تاریخوں سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ اس " ریجھنے " میں کہیں سے اتنی بات بڑھ گئی ہو کہ . . . . ! بہر حال درگاہِ عبودیّت میں ان کی یہ بے راہ روی پسند نہ کی گئی ـــــ اس زمانہ میں بابل و نینوا کی " باولیاں " اپنی گہرائیوں کی وجہ سے بہت مشہور تھیں ـــــ چنانچہ یہ دونوں " باولے " قیامت تک کے لئے انہیں " باولیوں " میں قید کر دیئے گئے ـــــ اور آج بھی " حبس دوام " کی سزا بھگت رہے ہیں ـــــ

میرا مطلب یہ ہے کہ تم اپنا جو کام مجھ سے لے سکتی ہو ـــــ فرشتہ بنا کر کیوں لو ـــــ انسان بن کر جب میں بے کھٹکے تمہاری ہر ممکن مدد کر سکتا ہوں تو آخر فرشتہ بنا کر کیوں سُرخاب کے پر لگا رہی ہو ـــــ خواہ مخواہ جلالِ الٰہی کو توجّہ دلانے

کی ضرورت! جب یہی کام میں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے کہیں کامیابی کے ساتھ کر سکتا ہوں تو اگر فرشتہ نہ بناؤ تو کون سا ہرج ہے جس میں مشکلات بھی زیادہ اور خطرے بھی بہت زندگی کے وہ کبھی نہ بھولنے والے دو چار دن ممکن ہے تمہارے لئے کوئی خاص اہمیّت نہ رکھتے ہوں ـــــ اور رکھیں بھی کیوں جب ہر صبح سے شام اور ہر شام سے صبح تک روزانہ تمہاری دنیا میں ایسی ہی بہاریں آتی رہتی ہیں۔ میرے جیسے بیسیوں انسان اِس "کارگاہ نشاط" میں چکر کاٹا کرتے ہیں اور دن رات یہی سب کچھ ہوتا رہتا ہے جو اس دن ہوُا تھا ـــ پھر ظاہر ہے کہ تمہارے لئے ان میں خصوصیّت اور اہمیت ہی کیا ـــــ مگر رومان پرور لمحات کچھ یادگار گھڑیاں ضرور ہیں ـــــ ایسی یادگار اور ناقابلِ فراموش گھڑیاں جو شائد جلدی بھلا دینے پر بھی نہ بھول سکیں! اس لئے نہیں کہ خوشی اور شادمانی کے پُرمسرّت اوقات تھے ـــ اس لئے بھی نہیں کہ ان کی جھنکار میں تخیّل کی فضائیں کھو گئیں تھیں ـــ اس لئے بھی نہیں کہ ہمارے دِل و دماغ کچھ دیر کے لئے دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو گئے تھے ـــ بلکہ محض اِس لئے کہ اس بزمِ نشاط سے "نیاز و ناز" کے جھگڑے مٹ گئے تھے۔ کچھ دیر کیلئے ـــــ محض اس لئے کہ تکلّفات و تصنّعات کی دنیا سے دور ہو گئے تھے ہم لوگ ـــــ اور ـــ اِس لئے

کہ بناوٹ اور دکھاوے کا نام بھی نہ تھا اس وقت ــــ کیا یہ کچھ کم تھا ــــ!

ایک بار نہیں ــــ ہزاروں مرتبہ ایسا ہوا کہ تمہاری ــــ سیکڑوں بہنوں نے دن دھاڑے عقل و خرد پر ڈاکے ڈالنے کی کوششیں کیں ــــ ظاہری بناؤ سنگھار اور جھوٹی اداؤں سے لوٹنا چاہا ــــ مگر ــــ مگر وہ کبھی کامیاب و کامران نہ جا سکیں ــــ کتنی ہی بار "گت" ناچتے ناچتے "سم" پر جب پہونچیں ــــ تو ساری محفل پر ایک سناٹا چھا گیا ــــ لیکن ہم لوگوں کی سنجیدہ مسکراہٹیں ان فضاؤں میں نہ کھو سکیں ــــ!

اس دن بھی یہی ہوا ــــ جب تم گھونگرو باندھ کر حاضرین بزم کے ہوش و حواس سے کھیلنے کی تیاریاں کر رہی تھیں ــــ نگاہیں چرا چرا کر شائد یہی دیکھنے کی کوشش کی تھی تم نے ــــ کہ ان گھونگھروں کی جھنکاریں کتنی زندگیوں کی ساز خاموش ہو جانے کے لئے بیتاب نظر آرہے ہیں ــــ مگر دیکھا ہوگا تم نے کہ ہم لوگوں کے مسکراہٹوں کے ابروؤں پر ایک بھی بل نہ ڈال سکیں تم ــــ!

خیر تمہارے گھونگھروں نے سارنگی کے سُر ملے ساز سے اپنی جھنکار ہم آغوش کر دی ــــ تمہارے پیروں کی حرکت طبلے کی تھاپ سے گلے مل گئی ــــ تمہاری

دونوں ہاتھوں میں اشارے ناچنے لگے! تمہاری بیجاب نگاہوں سے "شربتی خمار" چھلکنے لگا ـــــ تم نے گانا شروع کیا ـــــ ویسا ہی گانا جو رنڈیاں عام طور پر گاتی ہیں ـــــ ویسے ہی بھاؤ بتائے، جیسے اکثر رنڈیاں بتایا کرتی ہیں ـــــ اُسی ادا سے جُھک جُھک کر سلام کیا تم نے جیسے عام طور پر کیا جاتا ہے ـــــ کئی بار مسکرائیں بھی ـــــ ہم لوگوں کو مسحور کرنے کیلئے ـــــ لیکن یقین مانو تمہارے سب وار خالی گئے ـــــ بالکل خالی! یعنی ہم میں سے کسی کا سینہ بھی چھلنی نہ ہو سکا تمہارے تیرِ نگاہ سے ـــــ یہ سب کچھ ہوا ـــــ اکثر ہوتا ہی رہتا ہے ـــــ ہمیشہ ہوتا ہی رہے گا ـــــ ناچ بھی ختم ہوا ـــــ ساز بھی خاموش ہو گیا اور پھر تم اپنے اصلی رنگ و روپ میں آگئیں ـــــ کاش تم شمع محفل نہ ہوتیں ـــــ بلکہ کسی کی زینتِ خانہ بنتیں ـــــ

کتنی عجیب و غریب ہے یہ بات ـــــ کہ تم میں ایک رنڈی ہونے کے باوجود بھی "جلوت سامانیاں" نہیں ہیں، ادائیں تو ہیں ـــــ مگر بے جان! ـــــ شربتی آنکھوں میں رس بل تو ہے ـــــ لیکن رم جھم رم جھم ہونیوالا ـــــ "برق پاشیاں" تو ہیں ـــــ پر میدانوں کیلئے نہیں ـــــ تم میں ٹھنک تو ہے مگر "محفل" کے گلدانوں کے قابل نہیں۔ بلکہ کسی کے گلے کا ہار

بننے والی ـــــ کاش تم رنڈی نہ ہوتیں ـــــ تو نہ جانے کیا ہوتیں ـــ

کیسی لایعنی بکواس شروع کر دی ہے میں نے ـــ! خدا جانے تمہیں کیا غلط فہمی ہو جائے ـــــ اپنی رَو میں بکھ گیا یہ! ـــــ ورنہ کہیں نکلے ہوئے دانت مُنہ میں بیٹھتے ہیں کہیں فضائے چمن کی منتشر خوشبو سمیٹی جا سکتی ہے ـــــ سمندر کی موجیں ٹینس کے جال میں رُک سکتی ہیں کہیں! ـــــ پھر بھلا شمع محفل بن کر کوئی "رنڈی" "زینت خانہ" کس طرح بن جائے ـــــ تمہاری جان لیوا سادگی ـــ لاکھ تنہائیوں کی جان سہی ـــ مگر تمہارے شباب کی آنکھیں تو "بزم آرائیوں" سے چار ہو چکی ہیں ـــ کیا بھائیگی گھر کی چار دیواری ـــــ طوطے کی بیوفائیاں کیوں مشہور ہیں ـــــ اسی لیئے نا ـــــ کہ ہم لوگ اس سے اس کی آزادیاں چھین کر پنجروں میں قید کر دیتے ہیں ـــــ اور ـــ!

نبی جی بھیجو ـــــ نبی جی بھیجو ـــــ پڑھا کر یہ سمجھتے ہیں کہ اُس کی زبان بدل کر ـــــ ہم نے اس کی زندگی بھی بدل ڈالی ـــــ آزادی جیسی فطری چیز غصب کر کے سرشت مٹا دی ـــــ حالاں کہ برس ہا برس کے بعد بھی جب وہ پنجرے کی کسی کمزوریلی کو توڑنے میں کامیاب ہو جاتا

ہے ـــــ تو بھاگتے ہوئے مڑکر بھی نہیں دیکھتا ـــــ

اسی کا نام "طوطا چشمی" ہے، جس کا سبق سیکھنے کے لئے تم لوگوں کے کوٹھوں پر عام طور سے طوطوں کے پنجرے رکھے رہتے ہیں ـــــ جس طرح آج کل کی یہ فیشن زدہ "چھوکریاں" "کتوں" سے پریم کرتی ہیں ـــــ ویسے ہی تم لوگ طوطوں سے! فرق صرف اتنا ہے کہ وہ "کتوں" سے وفا کا سبق لیکر بیوفائی سیکھتی ہیں ـــــ اور تم ـــــ!

ہم انسان کتنی خودغرض کائنات ہیں اس دنیا کی ـــــ ہمارے فلسفے ـــــ ہمارے نظریئے ـــــ کتنے انسانیت سوز اور اخلاق کُش ہوتے ہیں ـــــ طوطے کو قید کرتے وقت ایک لمحہ کیلئے ہمارے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ آخر اس کی قیمتی آزادی چھین لینے کا ہمیں کون سا حق حاصل ہے ـــــ اور جب وہ اپنی فطری آزادی واپس پانے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو ہم "بیوفا" کہتے ہیں اُسے ـــــ

"رنڈیاں" بھی ایک ایسا ہی پرندہ ہے جسکو تباہ و برباد کرتے وقت ہم مردوں کی نگاہوں میں ایک ہلکی سی جھجک بھی محسوس نہیں ہوتی ـــــ لیکن جب یہ رنڈیاں ہم سے انتقام لیتی ہیں ـــــ ایک "میٹھا انتقام" تو ہم مرد سماج اور سوسائیٹی کا دامن پکڑ کر چیخ اٹھتے ہیں ـــــ دہائیاں دیتے

ہیں ــــ اور بیوفا کہتے ہیں انہیں ــــ!

تمہیں گھر کی زینت بنانے کی تمنّا ــــ ایسا ہی خیال ہے جیسے کسی خونخوار اژدھے کو گلے کا ہار بنا لیا جائے یا کسی شیر کے بچے کو مُنہ چڑھا لیا جائے ــــ یا اپنے گھاس پھوس کے جھونپڑے میں دیا سلائی دکھا کر یہ امید کی جائے کہ بس آسمان سے گھنگھور گھٹائیں فائر بریگیڈ کی طرح ٹوٹ پڑیں گی اس پر ــــ

سوال یہ نہیں کہ اِس میں قصور مردوں کا ہے ــ یا تمہارا ــــ اس وقت تو یہی دیکھنا ہے کہ آخر اس قسم کا لغو خیال کیوں ہم لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے ــــ کہاں تک ممکن ہے یہ ــــ اور کیا واقعی یہ تمہاری سنجیدگی کے ساتھ سوچنے والی کوئی چیز ہے! چھوٹے راجہ کے کیمپ کی کیا خبریں ہیں ــ غالباً دن عید اور شب شبِ برات ہو گی، سُنا ہے علاقہ بھر کی پریاں جمع کی گئی ہیں راجہ اندر کیلئے ــ سارا دن رنگ رلیاں ــــ اور ساری رات رنگ رلیاں منائی جاتی ہیں ــ تم سے خاص دلچسپی لی جا رہی ہے ــ تحفے تحائف بھی زوروں کے ساتھ چل رہے ہیں ــــ چوبیس ۲۴ گھنٹے گلابی چھلکا کرتی ہے ــــ انکار اور اصرار میں اکثر خدا رسول ــــ اور اپنی جان کی قسم تک کی نوبت پہونچ جاتی

ہے ــــ ظاہر ہے کہ اپنی جان کی "مجبور کن" قسم دے کر وہ پلا ہی دیتے ہوں گے ایک آدھ جام ــــ یہ راجہ لوگ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں ــــ خدا کی قسم نہ مانو ــــ ٹال جائیں گے ــــ رسول کی قسم ٹال دو ــــ بُرا نہ مانیں گے ــــ لیکن جب اپنی جان کی قسم دیتے ہیں تو منوا ہی کے چھوڑتے ہیں اور اگر نہ مانو تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ جاتے ہیں ــــ!

شراب اور جوانی جس دولت مند کے پاس یہ دونوں چیزیں ہوں، وہ جنّت کا انتظار کیوں کرے، جنت تو غریبوں کی "تسکین" کا ایک الہامی نام ہے ۔ دنیا کی مصیبتوں سے گھبرا کر جب شام کو اپنے بوریئے پر فاقہ نصیب روحیں پھڑ پھڑاتی ہیں تو اسی جنّت کا دل فریب تخیل تھپکیاں دے دیکر سُلا دیتا ہے ۔ وہ سوچتا ہے کہ اِس دنیا میں دُکھ اٹھانیوالے ــــ دوسری دنیا میں سُکھ اٹھائیں گے! کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں!

ہم غریب اور دُکھیارے جن کی زندگی کے ایک لمحہ نے سکونِ زیست کا مزا نہ پایا ــــ وہ مرنے کے بعد کتنے آرام اٹھائیں گے ــــ کیسا سُکھ ملے گا انہیں ــــ جنّت کے دروازوں پر حور و غلمان انتظار کر رہے ہوں گے ہمارا ــــ زمرّدیں اور یاقوتی قصر بیتاب ہوں گے ہمارے لئے ــــ اور خدا کی

جنتیں نظر براہ ہوں گی! یہ امیر لوگ اپنا تمام حصّہ اسی دنیا میں لے لیتے ہیں۔۔۔ آخرت کی ٹوکری سے ہرگز کچھ نہ پائیں گے!

پھر یہی سب کچھ سوچتے سوچتے ہماری بھوکی آنتیں سو جاتی ہیں ۔۔۔ تو جنّت کے داروغہ بڑے بڑے خوانوں پر سرپوش ڈھکے ہوئے لیکر آتے ہیں ۔۔۔ مؤدّبانہ انداز سے یہ کشتیاں سج دی جاتی ہیں ہمارے سامنے ۔ عجیب عجیب قسم کے میوے ۔۔۔ طرح طرح کے فواکہات ہماری تسکین کے لئے موجود ہوتی ہیں ۔ جن کا تصوّر بھی ہم نہیں کر سکتے ۔۔۔

حور و غلمان اپنے مسحور کن انداز سے اٹھلاتے ہوئے آتے ہیں ۔۔۔ اور ہماری نگاہیں دنیا کی عارضی اور فانی جنت کو بھول جاتی ہیں کچھ دیر کیلئے ۔۔۔ یہاں تک کہ سورج نکلنے سے پہلے ہمارے دل کا پہلا "بھونپو" جگا دیتا ہے ۔ تو ہماری سوکھی انتڑیاں "فجر کی نماز" پڑھتی نظر آتی ہیں! ہم ان امیروں کی عیش و عشرت پر جب منتقمانہ نگاہیں ڈالتے ہیں ۔۔۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان کی مخمور آنکھوں میں فرشتے لوہے کی گرم گرم سلاخیں چبھو رہے ہیں جن آنکھوں سے انہوں نے شریفوں کی عزّت و آبرو پر بہانہ ڈاکے ڈالے تھے ۔۔۔ جن آنکھوں میں انہوں نے بدمست کر دینے والی شراب کا خمار

بسایا تھا! جن آنکھوں سے ان کی درندگی اور بہیمیت برستی تھی
ان کے یہ سنہرے ہاتھ جڑ موڑ سے کاٹے جارہے ہیں جن کی "قوت
بازو" تمام زندگی معصوم نوجوانیوں کو بھینچنے میں صرف ہوئی ہے نہ
کہ پیٹ بھرنے کیلئے محنت کرنے پر!

ان ہاتھوں نے کبھی لوہے کے بھاری بھاری گھن اٹھانے
کی زحمت گوارہ نہ کی ـــــ پھاوڑے سنبھالنے کی کوشش نہ
کی ـــــ بلکہ ان ہاتھوں کی تمام قوت نازک کلائیاں مروڑنے
پر صرف ہوئی ہے! ان انگریزی طرز کے کٹے ہوئے بالوں میں چھپا
ہوا ان کا یہ سر ـــــ فرشتے آگ کے بھرے ہوئے گرزوں سے
کچل دیں گے ـ جس میں کبھی رحم ـ ہمدردی ـــ اور انسانیت کا
کوئی جذبہ نہ جاگ سکا ـ جس سر کے اندر چھپے ہوئے دماغ
نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہ کی ـــــ کہ یہ دنیا امتحان
گاہ ہے تمہارے لئے ـــــ

مل کا بھونپو دوسری بار تنبیہہ کرتا ہے، ہم گھبرا کر اٹھ
بیٹھتے ہیں کہ اگر وقت سے کام پر نہ پہونچ گئے تو "منیجر صاحب"
فوراً ہی نکال دیں گے ـــــ اور سیٹھ جی کچھ نہ سنیں گے
ـــــ آج ہفتہ بٹنے کا دن بھی ہے ـــــ دو دن سے کچھ کھایا
بھی نہیں ـــــ پھر کیا ہوگا ـــ؟ نہ جانے کیا ـــ؟
خیر ـــــ چھوڑو بھی ان باتوں کو ـــــ ہاں یہ بتاؤ

کہ میں نے تم سے کیوں وعدہ کر لیا تھا ـــــ اور تم نے مجھ سے کیا وعدہ لیا تھا ـــــ واقعی وعدہ کرتے وقت بالکل ہی یاد نہ رہا کہ یہ تو پوچھ لوں ـــــ آخر کس امداد کیلئے وعدہ لے رہی ہو ـــــ اور تم نے بھی کچھ نہ بتایا! اس خط میں بھی تم نے کچھ نہ لکھا کہ آخر کس امداد کے لئے اِس فرشتے سے وعدہ لیا تھا تم نے!

مجھے بڑی اُلجھن ہے کہ آخر میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں! جہاں تک مجھے معلوم ہے روپیہ پیسے کی مدد کی تمہیں مطلق ضرورت نہیں ـــــ اور اگر ضرورت بھی ہوگی تو کیا دنیا کے یہ بہت سے راجے مہاراجے مر تھوڑے ہی گئے ہیں۔ جن کی دولت کے انبار تمہاری فرمائشوں کے منتظر ہیں۔

دوسرے یہ کہ میری دی ہوئی مالی مدد شاید تمہاری پیاس کے لئے اوس چاٹنے سے زیادہ ثابت نہ ہو سکیگی۔

یہی سوچ کر سخت پریشان ہوں اور اپنی حماقت پر شرمندہ! رامچندر جی کے باپ راجہ دسرتھ نے رانی کیکئی کو ایک اندھا "وچن" دیا تھا ـــــ پھر کیا ہوا پورے بارہ سال تک رامچندر لچھمن اور سیتا جی جنگلوں جنگلوں خاک چھانتے پھرے ـــــ لنکا کا راون سیتا جی کو ہر لیگیا اور ان لوگوں کو بڑی مصیبتیں اٹھانا پڑیں ـــــ کہیں ایسا ہی "اندھا وچن" تم نے تو نہیں لیا

ہے مجھ سے! جو تمام زندگی پچھتانا پڑے! خدا کیلئے جلد لکھو —— میں بہت پریشان ہوں۔ بہت جلد ——!

میں آج ہی اپنے ایک دوست کی شادی میں فیض آباد جا رہا ہوں —— چار پانچ دن لگیں گے۔ شائد اس سے بھی زیادہ! میرے بڑے مخلص دوست ہیں —— پہلی بیوی سے چھٹکارا پاکر دوسری بھی ٹھکانے لگا دی —— اب ماشاءاللہ تیسری شادی ہے —— بارے خیریت یہ ہے کہ پہلی بیویوں سے کوئی اولاد نہیں —— ورنہ سخت مصیبت تھی!

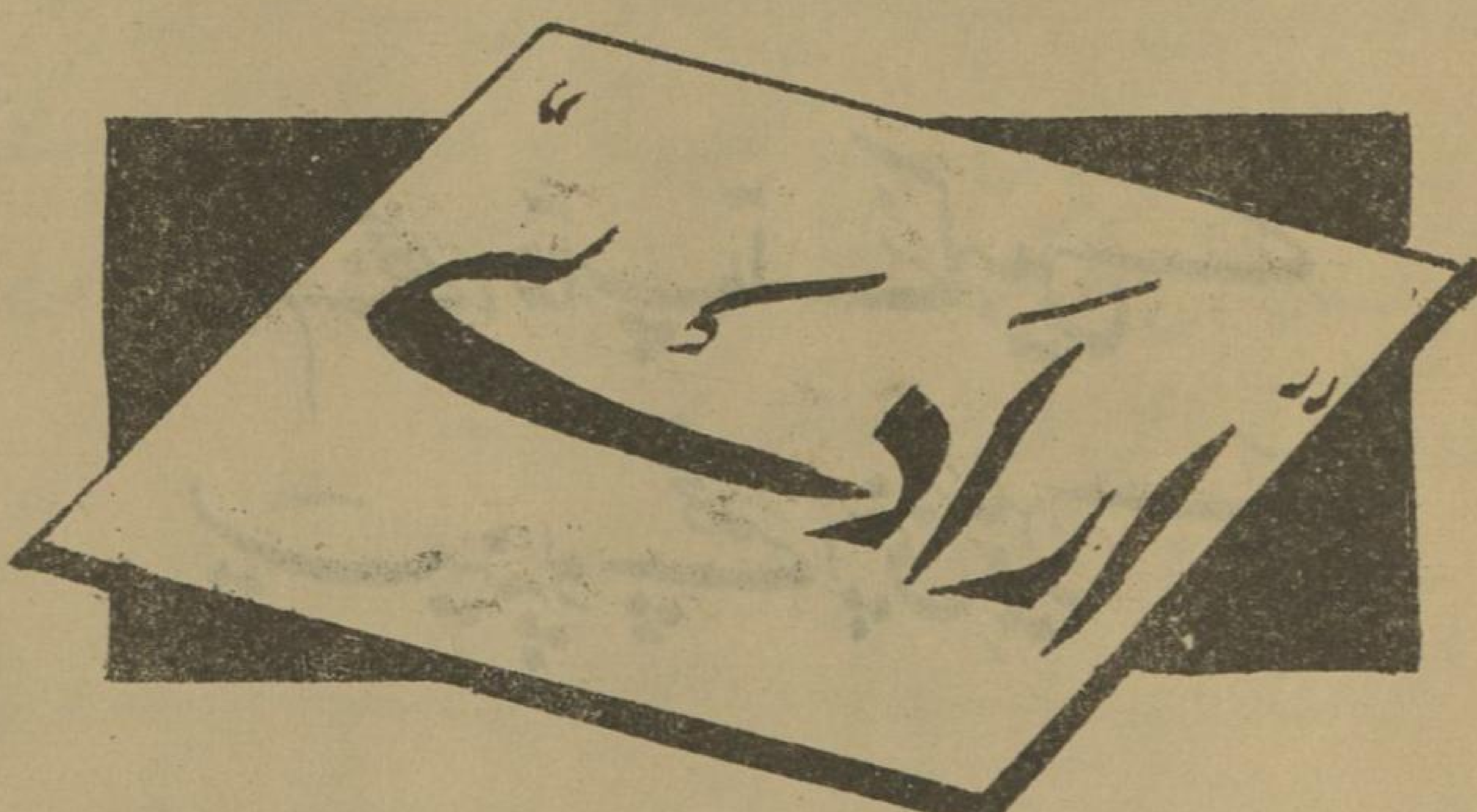
کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ! جن کی بیویاں تابڑ توڑ مرتی چلی جاتی ہیں —— اور دوسری نئی دُلہنیں مل جاتی ہیں —— یہاں بھی یہی معاملہ ہے ان "تہاجو" نوشہ" کا نکاح ہو رہا ہے ایک کمسن دوشیزہ کے ساتھ ——!

انہیں دوست سے میں نے تمہارا ذکر کیا تھا —— یہ بیچارے ہم لوگوں کے ساتھ نہ آسکے تھے! بہت بیتاب ہیں تم سے ملنے کیلئے۔ کہنے لگے کہ کم از کم بارات ہی کے حیلے سے بلالو —— فیض آباد لے چلیں گے —— مگر میں نے ٹال دیا —— کہ وہ ایک راجہ کے ہاں ملازم ہے اور آج کل راجہ اپنے علاقہ کا دورہ کر رہے ہیں ان کے ساتھ ہے —— ذرا "دل پھینک قسم" کے آدمی

ہیں یہ ــــ میں ڈرا کہ کہیں تیسری شادی رُک نہ جائے ان کی ــــ مطلب یہ ہے کہ تم پر فریفتہ نہ ہو جائیں جو اور مصیبت ہو ــــ ورنہ فیض آباد کا سفر رہنا تو بڑا ہی دلچسپ، اور ویسا ہی یادگار زمانہ جو نہ بھولا ہے نہ بھولیگا ــــ!

لکھنا ــــ تمھارا کیا پروگرام ہے ــ یعنی تمہارے راجہ کب تک رہیں گے وہاں ــــ اور پھر وہاں سے کہاں جاؤ گے تم سب؟ اچھا خدا حافظ ــــ!

دوسرا خط ——————— ۲



نہ ہم سمجھے، نہ آپ آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

کوئی ہفتہ بھر کے بعد رات کو واپس آیا ــــ تو تمہارا کئی دن کا آیا ہوا خط ملا ــــ رات بھر نیند حرام ــــ جانے کیا لکھ گئیں اپنے زورِ قلم میں ــــ کہ میں عنقریب نکاح کرنے والی ہوں ــــ تعجب تو یہ ہے کہ نکاح کے "ہجے" بھی تم نے بالکل ٹھیک لکھے، ورنہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا کہ یہ تم لوگوں کی کوئی خاص گھریلو اصطلاح ہوگی۔

"نکاح" کتنا شیریں لفظ ہے اور جب کوئی "رنڈی" نکاح کے الفاظ دُہراتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی بڑا موٹا تازہ سنہرا پرندہ کسی قفسِ زرّیں سے جھانک رہا ہے ــــ! چہرے پر پڑی ہوئی جھریاں حرص و ہوس کا خطِ تقدیر بن کر ــــ جھلکنے لگتی ہیں ــــ اور ــــ اور متحیّر چہرہ ایسا نظر آتا ہے جیسے کسی تجربہ کار "ڈینٹسٹ" کی دکان کا "سائن بورڈ"

وہ منظر بھی کتنا دلچسپ ہوتا ہے جب کوئی رنڈی اپنے گناہوں سے تائب ہونے کے لئے مُسکراتی نظر آتی ہے ــــ اُجڑی ہوئی سوگوار زیبائش کیساتھ ــــ اپنی زندگی کی باقی

ماندہ ساعتیں "کسی جہاندیدہ پاک باز" کے ظلِ عاطفت میں گذارنے کے لئے اس کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں میں کچھ موٹے موٹے آنسو ہوتے ہیں ــــ چمکیلے شریر سے آنسو ــــ! جن کی قیامت خیز غم ساماںیوں کو اداؤں کا ایک بحرِ بیکراں سمجھنا چاہیئے ــــ

عورت کی مسکراہٹ تو محض ایک "موج طوفان" کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن جب وہ اپنی "مدھ بھری آنکھوں" سے آنسوؤں کے موتی رولیتی ہے ــــ تو یہی طوفانی موجیں سچ مچ ایک طوفان کی شکل اختیار کر لیتی ہیں ــــ پھر وہ عورت جس کا پیشہ ہی ہو ــــ دوسروں کی زندگیوں سے کھیلنا۔ جس کا مقصد ہی ہو ــــ دوسرے کے مقصدِ حیات کا برباد کرنا۔ اگر اس کے آنسو مسکراہٹوں سے زیادہ ہلاکت خیز نہ ہوں گے تو پھر کس کے ــــ؟

تو میں ــــ یہ سمجھوں گا کہ عنقریب تم نکاح کا ڈھونگ رچا کر کسی موٹی اسامی کو پھانسنے میں کامیاب ہونیوالی ہو۔ بڑا نیک ارادہ ہے تمہارا ــــ خدا نیک و مبارک کرے تم کو اور تمہارے ہونیوالے "اُن" کو جن کی عمر کا سطحی اندازہ لگایا ہے میں نے ــــ یہی ہو گی کوئی سو برس کے قریب ــــ یعنی پوری پانچ بیسی ــــ تلاش کر رہا ہوں کہیں سے تاریخ اودھ مل جائے تو

غدر ۱۸۵۷ء کے مجاہدین میں اُن کا نام بھی تلاش کروں گا — کیسی خوش نصیب ہو تم جس کے سہرے سے غدر ۵۷ء کی مہک آئے گی — شائد کوئی تجربہ کار راجہ ہوں گے! ہندی تعلقدار! جن کے بزرگوں نے وطن سے غداری کر کے "وفاداری" کے صلے میں جاگیریں حاصل کی ہوں گی —

خیر ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ مردہ چاہے دوزخ میں جائے چاہے بہشت میں — تمہیں تو بس اپنے حلوے مانڈے سے کام ہونا چاہیئے — اور سچ بھی یہی ہے مال حرام بود بجائے حرام رفت — دیکھا نہیں تم نے "نخاس" پر کیسے کیسے "پھلکی قدر" نظر آتے ہیں۔ آڑی ترچھی ٹوپیاں دیے ہوئے! یہ سب پیداوار ہیں اسی طبقے کی — جس نے غریبوں کا خون چوس چوس کر دولت کے انبار لگائے تھے — وہاں کے کھیتوں سے بڑے بڑے "شیش محل" اٹھائے — لیکن زندگی بھر "خشکے کے درخت" نہ دیکھے کبھی —!

ہاں — مہر کتنا سکھرایا ہے! پچاس لاکھ دینار سرخ پر نہ مان جانا کہیں — اتنے کم مہر پر تو ہم غریبوں کے یہاں سودا ہو جاتا ہے — یہ اور بات ہے کہ فریقین میں سے کسی نے دینار سرخ تو دینار سرخ — دینار سبز بھی آنکھوں سے نہ دیکھے ہوں اصل معاملہ تو ہونا ہے دل کا "فجر" کی نیت باندھ کر مغرب کے

وقت بھی "فجر" کی نماز پڑھی جا سکتی ہے ——— دولھا تو دولھا، دلھن بیچاری کو بھی کبھی اس کا گمان نہیں ہوتا کہ مہر کا ایک حبہ کبھی ادا ہو گا ——— مگر "رنڈی" کا "مہر" تو "نو نقد" ہوتا ہے۔ وہاں ادھار کی گنجائش کہاں ——— اور یقین مانو ادھار ہوتا بھی ہے بالکل "مقراض محبت" ——— یعنی "القرض مقراض المحبت"

اب سوال یہ ہے کہ "پاندان" خرچ کے علاوہ کم از کم ڈیڑھ کروڑ نقد دینار سرخ پر اگر توڑ نہ کر سکیں تو یہ نکاح و کاح بالکل فضول ہے ———!

اتنی قیمتی آزادی کھو کر اگر اتنی حقیر رقم بھی حاصل نہ کر سکیں تو کیا فائدہ ———! جانتی ہو ان کے محل میں پہونچکر تمہاری جوانی و رعنائی ایک ایسا خوبصورت گلدستہ بنجائے گی جو ایک خوبصورت اور زر نگار گلدان میں سج کر ڈرائینگ روم میں رکھدیا جاتا ہے۔ جس کے پھول اس وقت تک سونگھے جاتے ہیں جب تک اُن میں تازگی و شادابی رہتی ہے ——— اور پھر مالی ان کی جگہ پر دوسرے نئے پھول لگا دیتا ہے ——— بالکل ایسی ہی مثال ہے تمھاری ——— نکاح تو ان امیروں کے نزدیک ایک مذہبی و سماجی عیاشی ہے ——— پھر رنڈی کے ساتھ نکاح کر کے تو آج کل لوگ ریفارمر بن جاتے ہیں ——— اخلاقی ریفارمر، سماجی ریفارمر ——— مذہبی ریفارمر ——— بے پناہ قربانیاں کرنے والا عملی

انسان — جو بڑی سے بڑی سوسائیٹی میں بیٹھ کر فخریہ طور پر کہہ سکتا ہے کہ میں نے ایک ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دے کر منجدھار سے نکال لیا —

کثیف گناہوں میں تیرتی ہوئی کشتی کو حوض کوثر کے ساحل پر کھینچ لایا — معصیت اور گناہ کی پیشانی کو توبہ کے دروازے پر جھکا دیا — ایک ایسی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا جس کے سنبھلنے کی کوئی امید باقی نہ تھی — ان کے اس ایثار پر — اس گراں بہار قربانی پر انتہائی حیرت و استعجاب کا اظہار کیا جاتا ہے — سوسائٹی اور سماج آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں اس مجاہد اعظم کو —!

لیکن میں تمہیں سے پوچھتا ہوں — کہ تمہارے کوٹھے پر آنیوالے کتنے عاشق بنیوں نے تمہارے گلے میں پڑے ہوئے پھولوں کے گجرے کو انگلیوں میں نچاتے ہوئے نگاہیں جھکا کر نکاح کی درخواست نہ پیش کی ہوگی — پُر زور درخواست! جان پر بن جانیوالی محبّت کا یقین — اور یہ کہ اگر وہ تمہیں اپنا نہ سکے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے موڑ لیں گے اس عالم فانی سے! ملک جاودانی کی طرف!

ہو سکتا ہے اور غالباً ہو گا بھی یہی — کہ اس ہونیوالے نکاح پر تمہارے "وہ" تو کم راضی ہوں گے اور تم زیادہ! ضروری

بھی یہ تھا کہ اِس زرین موقع سے اس طرح فایدہ اُٹھاتیں تم — جیسا کہ اٹھانا چاہتی ہو — تمہارے پیشہ کے اعتبار سے یہ عروج ایک "معراج" کا درجہ رکھتا ہے، پیشہ بُرا ہو یا بھلا! بہر حال پیشہ پھر پیشہ ہے، اور ہر پیشے کے کچھ آئین — کچھ حقوق — کچھ ذمہ واریاں ہوتی ہیں — تم پر بھی اپنے پیشہ کی کچھ ذمہ داریاں تھیں — جنھیں تم نے کامیابی کے ساتھ نبھادیا اِس کمسنی میں — "کمسنی" میں نے غلط کہا! پُرانا وکیل اور نئی رنڈی یہ تو مشہور مثل ہے — اگر یہ بھی کامیاب نہ ہوں گے تو اور کون —؟ تمہاری یہ "کمسنی" یہی "نوجوانی" یہی نو خیز "ادائیں" انہیں کی تو قیمت ادا کرتی ہے دنیا! اسی کمسنی پر بڈھوں کی مردہ رگوں میں نوجوانی کے سمندر موجیں مارنے لگتے ہیں —

اور حرص و ہوس کی آگ اسی طرح بھڑک اٹھتی ہے۔ جیسے بگڑے ہوئے کلّے کی لالٹین —!

پہلے مجھے تمہاری حماقت پر غصّہ آرہا تھا کہ ابھی سے نکاح کے وبائی مرض میں کیوں مُبتلا ہوگئیں — کم از کم آدھی عمر پر پہونچ جاتیں تو گناہوں سے تائب ہونے کی کوشش کوئی نامناسب نہ تھی — لیکن پھر جلد ہی سمجھ میں آ گیا کہ تم جو کچھ کر رہی ہو ایک رنڈی کو یہی کرنا چاہیئے —

جوانی کی بہاریں ختم کر کے تو علے العموم رنڈیاں یہی کرتی ہیں — اور ان کے لئے ہیں بھی یہی دو راستے! یا تو اپنی جان ملکر حقّہ لگائے بیٹھی رہیں چپ چاپ! یا پھر کسی "مردِ پاکباز" کو گانٹھ کر نکاح کر لیں — یہی مختصر انجام اور بس —!

وہ چھوٹے راجہ تمہارے! بھول ہی گیا تھا میں — کہیں یہ بات تو نہیں ہے مگر کچھ بُرا خیال نہیں — ڈر ہے تو اتنا کہ ابھی وہ "کورٹ آف وارڈس" قسم کے نابالغ ہیں — اور یہ بھی سُنا ہے اڑتے پڑتے کہ —...... کچھ یونہی سے! بہر حال آباد تو تھی اُن کی کوٹھی تمہیں سب سے! خوب جنگل میں منگل ہے: جوانی اور دولت —! دنیا نام ہی ہے انہیں چیزوں کا — اُن کے باپ بھی "دفینے" چھوڑ کر مرے ہیں زر و جواہر سے مالا مال خزانے! مبارک ہوں! زندگی میں رکھا ہی کیا ہے — یہی سمجھایا ہوگا چھوٹے راجہ کو — وہ خود بھی سمجھدار ہیں ماشاءاللہ! اگر اِن کی نگہ انتخاب تم پر پڑ گئی ہے تو بس پار ہے تمہارا بیڑا جی — آدھی ریاست تو کہیں گئی نہیں — اور جو کل علاقہ مل جائے تو اللہ کی دین سمجھنا چاہیئے —

مگر — میں داد دوں گا تمہاری ذہانت کی — انسان

کی زندگی میں ایسے موقع کم ہی آتے ہیں — اس عظیم الشان دنگل میں جہاں تمہاری جیسی بہتیری رنڈیاں اپنی زندگی کا مستقبل تلاش کر رہی تھیں تم نے سب کو شکست دیدی۔ ظاہر اظاہر تو چھوٹے راجہ ہی کی ہوئی لیکن سچ پوچھو تو تم نے ان تمام رنڈیوں کو ہرا دیا جو اپنی گھنیری زلفوں کے جال میں راجہ کو پھانس رہی تھیں!! مجھے تم سے اور تمہارے دلچسپ واقعات سے دن بدن دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے، لیکن ڈرتا ہوں رانی صاحبہ کہیں ناراض نہ ہو جائیں آپ! یا کچھ اور نہ سمجھ بیٹھیں —

بدگمانی اور غلط فہمی عورت میں ایک ایسا عیب ہے جس طرح مور کے جسم میں پاؤں — میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ رانی صاحبہ اپنے خیالات بدل کر جنت سے دوزخ کی طرف آجائیں بلکہ میں کچھ اور عرض کر رہا تھا —

کہاں سے کہاں پہونچگئی بات! "نکاح" تو کر رہی ہو جیسے — اور اس کے بعد ظاہر ہے کہ پردہ بھی کرنا ہی پڑے گا۔ یہ اودھ کے رئیس چاہے ترقی کر کے اپنی جوان لڑکیوں تک کو بے پردہ کر دیں — لیکن نکاحی رنڈی کو سات پردوں میں چھپا رکھتے ہیں — کیا مجال کوئی لوکہ تک جھلکی دیکھ لے! عزیز تو عزیز — !پھر — یہ بحث کہ ناچ برا — گانا برا — بالکل فضول بحث نہیں تو کیا — تمہارے لئے بھلا ہوا تو کیا

اور بُرا ہوُا تو کیا ___ ہم سے گیا جگ سے گیا ___!

اُس دن وہ مِل گئے تھے سر راہے ___!

بڑے داروغہ جی -! باؤرا مشہور سمجھائے ۔ شاید نہیں تمہارے ارادوں کی خبر نہیں ہے ابھی ___ چھوٹے راجہ کی حد سے گذری ہوئی بدچلنیوں کا رونا رو رہے تھے ۔ اور ___ کہہ رہے تھے سارے علاقہ کی ستیاناس ماردی ہے کمبخت نے ___ دن رات اوباش مزاجوں کا جمگھٹ رہتا ہے ___ یہ بھی کہتے تھے کہ راجہ صاحب نے مجھے بھی مصاحبین میں شامل کرنے کیلئے بلایا تھا ___ میں نے کہا :- سرکار! اس سفیدی میں سیاہی نہ لگایئے بڑھاپے میں ___ نہیں تو کہیں کا نہ رہوں گا ___ بڑے مزے کے آدمی ہیں یہ بھی ___ لیکن عمل کم اور زبانی زیادہ ___ کچھ زیادہ باتیں نہ ہوسکیں! ساڑھیاں خرید رہے تھے ___ کہیں تمھاری قسمت تو نہیں چمک گئی ___ مگر تھانیداری جچے گی خوب تم پر!

آج کل ___ نئی دلی کی ایک صاحبزادی بُری طرح پیچھے پڑی ہیں ___ روزانہ ایک لفافہ آتا ہے اُن کا ___ میرے افسانے پڑھکر ___ نہ جانے کیوں ___ میں نے بار بار لکھا کہ ابھی تمہارے یہ دن ایسے خطوط لکھنے کے نہیں ہیں ___ مطلب یہ کہ ذرا ___ ویسے! تمہیں تو صبح سے شام تک وہ جنوں

ساڑیاں بدل بدلکر ـــــ نئی نئی طرح سے بال بناکر ایک خاص ادا کے ساتھ بار بار کالج کی گیلریوں سے گذر جانا چاہیئے اور بس؟

دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان ایسے مفلس ملک میں چالیس کروڑ انسانوں کی اوسط آمدنی ٹکل سے دو آنے روز ہو گا ـــ پھر یہ ڈیڑھ آنے روز کے لفافے لکھنا ـ غریبوں کیسا تھ..... ناانصافی اور حق تلفی نہیں تو اور کیا ہے ـــ حساب لگاؤ تو روزانہ ایک لفافہ لکھدینے کے معنی یہ ہوئے کہ مشکل سے کچھ پائیاں باقی بچتی ہیں ـ انہیں میں کھانا ـــ پینا ـــ مرنا ـــ جینا ـــ سب کچھ ـــ!

کالج کی لڑکیوں میں اب یہ وبا عام ہوتی جا رہی ہے کہ فلم ایکٹروں ـــ شاعروں اور افسانہ نویسوں پر جان دیتی پھریں ـــ!

خیر فلم ایکٹر تو ہو سکتا ہے کہ اپنی اداکاریوں سے ان کو مسحور کر لیتے ہوں ـــ یہ بھی ممکن ہے کہ "خرچی" پر مشاعرے پڑھنے والے نوجوان اپنے ترنّم سے دیوانہ کر لیں ـــ مگر ہم لوگ سیدھی سادھی کہانیاں لکھنے والوں کے پاس بجز الفاظ کے کیا رکھا ہے ـــ جس پر کوئی جان دے ـ

ہم لوگ آج کل کے لکھنے والے ایک قسم کے "اعصابی

ادیب" ہوتے ہیں — جن کی کہانیوں میں مٹیریل کم اور کیفیات زیادہ ہوتی ہیں — ہمارے افسانے اور ان کے دیدہ زیب ورنگین مجموعے یوں سمجھ لو کہ "فلم" سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے ایک بار دیکھ لیا — کافی! ہم لوگوں کے ہلکے پھلکے "رومان" — "طلسم ہوش رُبا" کی طرح کے محیر العقول کارنامے تو ہوتے نہیں — جن کے خاموش خوابوں کی تعبیریں صدیوں بعد ہونے والی کوئی "جنگ عظیم" پیش کر سکے —

یہی روزمرہ کے گذرے ہوئے واقعات، بیتی ہوئی باتیں اور مشاہدے ہمارے "رومانس" کی جان ہوتے ہیں جن میں کچھ نفسیاتی کیفیات کی چھان بین کر کے "اعصابی ادب" بنا دیتے ہیں ہم لوگ —!

لاحول ولاقوۃ — کہاں کی لایعنی بحث چھیڑ دی میں نے — تم لاکھ ادبی اور بلند مذاق عورت سہی! پھر بھی ایک عورت ہی تو ہو، ایسی عورت جس کے دل و دماغ پر تجارتی "نکاح" کی تخیلی کائنات کا تسلّط ہے!

آج کل تمہیں یہ سب کچھ سوچنے کی فرصت کہاں! تم تو یہ سوچ رہی ہو گی ان دنوں کہ جب ایک چپ چپاتی اور خاموش شام میں تمہارا نکاح ہو چکا ہو گا اور تم اپنے "ان" کو شریعت اور قانون کے جال میں پھانس چکی ہو گی — تو تمھاری

قسمت کتنی قابلِ رشک تقدیر بن جائے گی — بیشمار دولت کے انبار تمھارے ان قدموں سے ٹکرا رہے ہوں گے جن کی ساری زندگی، ایک مستقل جھنکار رہ چکی ہے، گھونگھروؤں کی جھنکار بھی تو ایک جھنکار ہی تھی — اور اب یہ "سنہری جھنکار" ایک ارتقائی شکل ہے اِس کی —

تمھارے اِس نکاح میں کیا کوئی بھی نہ ہوگا۔ بس انہیں راجہ کے دسترخوان کے چند مگس ران مصاحبین — دو ایک خدمت گار — اور مولوی جن کا پیشہ بھی تمھارا جیسا ہے — فرق اتنا ہے تم میں اور اُن میں کہ تم انسانوں کو دھوکہ دے کر اپنی بے بسی کا اقرار بھی کر لیتی ہو — اور یہ خدا کو دھوکہ دیکر بھی گناہوں سے تائب نہیں ہوتے — تم دن دھاڑے سُرخی اور پاؤڈر تھوپ کر ڈاکے ڈالتی ہو — اور یہ رات کی تاریکیوں میں اپنی گھنی داڑھی کی آڑ لیکر انسانیت — مذہب — سماج — اور اِس خدا کو دھوکہ دیتے ہیں جو اُن کے نزدیک جبّار بھی ہے اور قہّار بھی — رحیم بھی ہے اور منتقم بھی —!

مگر — کیسا قہّار جس کے قہر و غضب کی آگ خود ان مولویوں پر ٹھنڈی ہو جاتی ہے —! کیسا منتقم جس کے انتقام کی بے آواز لاٹھی سے کسی مولوی کا سر نہیں پھوٹتا — اور پھوٹے بھی تو کیسے نا! یہ جنت اور دوزخ کے ٹھیکیدار —!

بہرکیف! راتوں رات چھپ چھپا کر نکاح ہو گا۔ جہر کی نقد تھیلیاں تو تمہاری "باجی جان" لے کر تم سے روٹھ جائینگی — اور تم زندگی بھر اُن کا منہ نہ دیکھنے کی قسم کھا ہو گی۔

ہاں! وہ "کابین نامہ" اور دستاویز بھی جو آنیوالی ساعتوں میں تمہیں آدھے علاقہ کا حقدار ثابت کریں گے، غلطی سے تمہاری انھیں روٹھی ہوئی "باجی جان" کے اٹیچی کیس میں چلا جائیگا جن کو تم قیامت تک کیلئے چھوڑ چکی ہو گی —!

پھر کیا ہو گا —؟ تم ہو گی اور تمہارے "وہ"! تمہاری گوری گوری باہیں ان کے گلے میں ہوں گی اور ہلکے ہلکے شوخ طمانچے ان کے گالوں پر —!

دوسرے دن صبح کو نکلنے والے تمام اخبارات میں تمہاری اور تمہارے راجہ کی تصویریں ہوں گی۔ اس مفصل کہانی کے ساتھ جو رات کو تمہاری "باجی جان" اخباری نمائندوں کو پہنچا ئینگی —

کچھ اخبار — تعریف کریں گے راجہ کے ایثار کی — اور کچھ گالیاں دیں گے — کچھ گورنمنٹ سے باادب درخواست کریں گے کہ ایسے نالائق راجہ کو گدی سے اتار دیا جائے۔ بعض کا خیال ہو گا کہ گورنر صاحب اس شادی کو اپنے امتیازی اختیارات سے منسوخ کر دیں! پہلے تو کچھ گھبرائیں گے سرکار! پھر راجہ ہمت

پر اتر آئیں گے۔ ڈیوک آف انڈسر کی طرح"۔
تمہاری والہانہ محبت میں کچھ اور جوش پیدا ہو گا۔
ویسا ہی جوش جیسا سوڈا واٹر کی بوتل میں پیدا ہو جاتا ہے اکثر —!
کہو ہو گا — نا بھئی! دیکھ لینا جو سر مو فرق آ جائے —!
تھک گیا لکھتے لکھتے — پڑھتے پڑھتے گھبرا جاؤ گی —
تم بھی! یہ کھری کھری باتیں تم کو بُری تو نہ لگیں گی! — جانتی ہو
کہ جو میرے دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر — اور اگر تم یقین نہ
دلا چکتیں کہ میری بات تم کو بُری نہیں لگتی — تو یہ سب کچھ زبان
سے قلم پر بھی نہ آتا — نیز اگر کچھ بُرا لگے تو معاف کر دینا —!
تعجب ہے کہ مجھ سے تو اتنا مفصل خط چاہتی ہو کہ لکھنے
والے تھک جائیں اور پڑھنے والے گھبرا اٹھیں —
مگر — خود جو حکیم جی کا نسخہ لکھتی ہو تو — یہ
کیوں!
ارے بھئی جو کچھ بھی لکھو۔ صاف صاف لکھا کرو —
— تمہاری ان پہیلیوں سے میرا جی گھبرا جاتا ہے۔ ذرا غور
سے پڑھ کر مفصل لکھو .... کہ ....!
اچھا تو خاک نہیں ہوں — لیکن موت بھی آتی نظر نہیں
آتی! حکیم صاحب کہتے ہیں جگر کا روگ ہے — ڈاکٹر صاحب
دل کی بیماری بتاتے ہیں — قریب قریب بات ایک ہی ہے

یعنی موت کی دنیا میں دونوں راستوں سے پہونچ سکتے ہیں
تمہاری "باجی جان" کیا کہتی ہیں — خفا تو نہیں ہیں چہیتی بہن پر
ضرور خوش ہوں گی کہ دو دن میں کایا پلٹ ہونیوالی ہے —
اسی ادا سے "جھک جھک سلام کرنا میری طرف سے اور مبارکباد
دینا اس نکاح پر —

اس ہفتے میں باہر نہ جاؤں گا — مگر تمہاری طرف بھی نہیں
آسکتا — خدا کرے تم سب خیریت سے ہو —

تیسرا خط ——— ۳

عشقِ اوّل در دلِ معشوق

تا نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدا میشود
عشق اوّل در دلِ معشوق پیدا میشود

ارے اُن صاحبزادے سے نکاح کر رہی ہو جو شاید پولیس
کے بل بوتے پر عشق لڑانے آئے تھے! اس دن — نہایت
رازدارانہ طریقہ پر تھانیداروں سے کچھ کہہ رہے تھے — میں نے
سوچا کہ ہوں گے کوئی ایک سو نو کے گنڈے —! پولیس والے
تو ایسے شکاروں کی فکر میں ہی رہتے ہیں، مجھے کیا ضرورت
جو میں دخل در معقولات کروں — نام تو کچھ بھلا سا تھا
شائد! — "زاھد" یہ بھی سنا کہ بی۔اے کر کے "لا"
کر رہے تھے ————!

کہ ناگہاں کسی رنڈی پر عاشق ہو کر فارغ التحصیل
ہو گئے۔ تو یہ کہئے وہ آپ ہی ہیں —؟ جن کے تیر نگاہ نے
صاحبزادے کا سینہ چھلنی کر دیا۔ اللہ اللہ رے نگہ واریاں
آپ کی —— یعنی کہ آپ بھی بُری طرح تباہ ہیں اُن کے پیچھے
—— جو نہ کہیں کا راجہ نہ کہیں کا رئیس — نہ کسی علاقہ
کا تعلقدار —— نہ سیٹھ نہ ساہوکار —— بلکہ اُلٹا مہر بھی آپ ہی کو
ادا کرنا پڑے گا —— اور شاید نان نفقہ تو دے رہی ہوں گی

آپ —! عجیب معمہ ہو تم بھی! یہ کہاں کی سُوجھی — کمسنی اور نکاح تو خیر ہو سکتا تھا — مگر یہ کمسنی اور عشق — کیا مطلب ہے تمہارا — پھر صاحبزادے کے پاس پلّے بھی کچھ نہیں۔ — شائد گھر سے بھی نکالدیئے گئے ہوں گے — پڑھنا لکھنا تو چڑھ ہی چکا تم پر! — اب رہی عزّت "سادات" وہ بھی تمہاری عِشق کی نظر ہونیوالی ہے!

اُس دن جو سوٹ پہن کر آئے تھے — مانگے کا معلوم ہوتا تھا۔ یا کرایہ پر لائے ہوں گے کہیں سے — ممکن ہے تم پر عشق کا جادو چلانے کے لئے یہ دھج نکالی ہو — کام کر گئیں ان کی ادائیں —!

وہ جو تم گا رہی تھیں "تقدیر" کا گانا — بڑے اور چھوٹے داروغہ جی کے ہاتھ جوڑ جوڑ کر — اب سمجھا "بابو داروگہ جی" سے انہیں کی بھیک مانگی جا رہی تھی — واقعی کتنے جذبات اور کیفیّات میں ڈوب کر گا رہی تھیں اُس وقت۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس وقت یہ محبت کی بھیک مانگی جا رہی تھی تو یقین مانو — ضرور ان سے کہہ دیتا — تمہارے اطمینان کی داد دیتا ہوں کہ تم نے "زاھد" کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھا محفل میں — کیسا عجیب و غریب واقعہ ہے یہ! اب جوں جوں غور کرتا ہوں تمہارے گانوں کا مطلب سمجھ میں

آتا جا رہا ہے ـــــ بابر " کا جو فلمی گانا گایا تھا۔ جھک جھک سلام، تجھ کو گروں میں سلام۔ پپیہا جھک جھک سلام " یہ بھی التجائیں تھیں ـــــ تمہاری آنکھوں میں کچھ آنسو بھی چھلکتے سے نظر آئے تھے! ویسے ہی آنسو جو اکثر رنڈیاں ایکٹنگ کے کمال میں چھلکا لیتی ہیں ـــ! لیکن ان آنسوؤں میں جو چمک تھی کیا سچ مچ کچھ تھا ان میں ـــــ!

ـــ وہ چھوٹے راجہ کے مظالم کیا تھے جن پر مجبور ہو کر پولس کی مدد چاہی تم نے ـــــ اور تمہارے زاہد نے ـــــ

ادھوری بات لکھ کر خدا کیلئے خلجان میں نہ ڈال دیا کرو۔ ـــ صاف صاف کیوں نہیں لکھا کہ چھوٹے راجہ تیار تھے ـــ مگر تم نے ٹھکرا دیا انہیں ـــ!

اپنے " پیشے " سے تمہیں نفرت! کیسی عجیب و غریب باتیں لکھ ڈالی ہیں تم نے! یہ کیوں ـــــ؟ کیا آج کل لڑائی کی وجہ سے کاروبار اچھا نہیں چلتا تھا ـــــ گرانی کی وجہ سے کچھ سرد بازاری ہو گئی تھی کیا! یہ مصیبت تو عالم گیر پریشانی ہے، " مرگ انبوہ جشن دارد " جو سب کا حال وہ تمہارا ـــــ اس میں گھبرانے کی کیا بات! بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ اس وقت بھی " فوجیوں " کے بعد سب سے زیادہ آرام میں تمہارا ہی طبقہ ہے ـــــ روزانہ کتنے ہی فوجی چھوٹتے ہیں ـــــ بڑے اچھے دام دیتے ہوں

گے ___!

تم نے خود لکھا ہے کہ زاہد کی مالی حالت اس قابل نہیں ہے کہ ___ پھر آخر کیوں ___؟ سر پھر گیا ہے تمہارا ___ اگر گرانی کے مصائب نے پیشہ سے نفرت دلائی ہے تو زاہد کا انتخاب کس نظر سے کیا گیا ___ خود تم نے کتنی کمائی کر رکھی ہے جس پر زندگی کٹ جائیگی تمہاری اور تمہارے زاہد کی ___

اور اس کے بعد پھر کیا ہو گا ___؟ یہی نا ___ کہ میاں صاحبزادے تمہارے لئے شکار تلاش کرتے پھریں گے ___

اس شہر میں کتنی ہی رنڈیاں خانگی بن کر مسافروں کو لوٹا کرتی ہیں ___ اور ان کے دلال تمام ہوٹلوں میں یہی پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ فلاں نواب کی لڑکی ہے ___ فلاں رئیس کی بہو ہے ___ اور یہ شوقین تماشبین انہی جھانسوں میں پھنس کر اپنی کمائی لٹا دیتے ہیں ___ کتنے احمق ہوتے ہیں یہ لوگ جو شریفوں کے نام کے ساتھ بدکاری اپنے لئے قابل فخر سمجھتے ہیں ___

کاش ___ انہیں معلوم ہوتا کہ ان شریفوں، نوابوں اور رئیسوں کی چوکھٹ پر بھی پہونچنا ان کیلئے محال نہیں محال تر ہے ___ تو عنقریب تم بھی کسی نواب کی صاحبزادی بنا دی جاؤ گی ___ اور تمہارے وہ کسی چورا ہے پر کھڑے ہوئے

تمہارے لئے کوئی "تلاش کر رہے ہوں گے — !
عشق" ہو سکتا ہے — زاہد نے تم سے تفریحاً عشق کیا ہوگا
— آج کل کالجوں میں سکھایا ہی یہی جاتا ہے — ننانوے
فیصدی لڑکے کالج پہونچکر کسی نہ کسی لڑکی سے رومان ضرور
لڑاتے ہیں —

تم نے دیکھا نہیں یہ ہزاروں فلم کمپنیاں جو آئے دن۔
عاشقانہ فلم بناتی ہیں — ان کی کھپت کہاں ہوتی ہے۔
لکھوکھا نوجوان لڑکے اور لڑکیاں انہیں دیکھ کر کس نتیجہ پر پہنچتی
ہوں گی سوچو تو —

لیکن کیا رنڈی ہر ایک محبت کا یقین دلانیوالے تماشبین
کی محبّت کا جواب دینے پر بھی مجبور ہے — "جواب" اگر جو شیلوں
کا جواب تو دینا ہی پڑتا ہے ہر ایک رنڈی کو — مگر میں پوچھتا
ہوں کیا سچ مچ محبّت کا جواب دینے کے لئے بھی مجبور ہے رنڈی
—؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ان صاحبزادے کے پچکے ہوئے
گالوں — دھنسی ہوئی آنکھوں اور نیم آبنوسی رنگت نے کون سا
تیر مار دیا ہے تمہارے جگر پر —؟

اس کا جواب یہی دو گی شاید کہ محبت میں حُسن کا معیار
کچھ بھی نہیں — خوبصورتی کا پیمانہ کوئی نہیں — دل کے آنے
کے ڈھنگ اور ہی ہیں — بیشک اگر محبت نے تمہاری آنکھوں

پر ایسے ہی پردے ڈال دیئے ہیں۔ تو بسم اللہ ——!

تم نے زاہد سے اور زاہد نے تم سے محبّت کی —— یقیناً کچھ عہد و پیمان بھی ہوئے ہوں گے۔ اور نئے فلمی انداز کے عہد و پیمان جو تم لوگوں نے کسی تازہ فلم سے چُنے ہوں گے مخصوص لہجے میں مخصوص فقرے! کچھ دزدیدہ نگاہی ہوگی —— کچھ اضطراب —— کچھ ایکٹنگ —— اور پھر محبّت کا ڈرامہ شروع ——!

میں یہ نہیں کہتا کہ عشق جھوٹ ہے —— محبّت "فکر" کا نام ہے! —— لیکن ایک آدھ بال جو سفید ہونا شروع ہو گئے ہیں میرے —— وہ دھوپ میں سفید نہیں ہوئے! کاش تم میری نگاہوں سے ان صاحبزادے کو دیکھتیں جن کی والہانہ محبت نے بقول تمہارے "تمہاری دنیا بدل دی ہے" تو نظر آتا تمہیں کہ ان میں "عاشق" ہونے کے جراثیم کہیں سے بھی نہیں پائے جاتے —— عشق اور محبت کرنیکا جذبہ کہیں سے بھی نظر نہیں آتا اُن میں —— ممکن ہے وہ تمہارے لئے ایک کامیاب "راسپوٹین" ثابت ہوا ہو ——! لیکن محبت کی پیاس بجھانے کے لئے وہ تمہیں کوئی بھی جام نہ پیش کر سکیگا ——!

"نکاح" ممکن ہے تم اپنے خیال میں اس سے کرلو —— مگر یہ آج کل کے شریف زادے ذرا کم اس قسم کی حماقتیں کرتے ہیں، وہ خوب سمجھتے ہیں کہ نکاح کی مجلسی اور قانونی

حیثیت کیا ہوتی ہے! پھر کسی رنڈی کے ساتھ نکاح کر کے وہ بی۔اے ۔۔۔ ایم۔اے کی ڈگری کو بس چوٹھے میں جھونک دیں گے ۔۔۔! تمہیں کیا معلوم ہے کہ آج کل بی۔اے اور ایم۔اے کی ڈگریاں کس لئے حاصل کی جاتی ہیں ۔۔۔ یہی ڈگریاں انہیں مالدار سے مالدار بیویاں دلانے کیلئے کتنا کامیاب نسخہ ثابت ہوتی ہیں ۔۔۔!

تم جیسی خاندانی لڑکی کسی سماجی فریب کا شکار بھی نہیں ہو سکتی جو یہ سمجھ لوں کہ مردوں سے انتقام لینا مقصود ہے ۔۔۔ تمہاری کتنی پشتیں گذر چکی ہیں اسی کثیف ماحول میں ۔۔۔

سماج یا سوسایٹی کا شکار نہیں ہو تم! جس کے دل و دماغ میں "مردوں" کے خلاف منتقمانہ جذبات کی زہریلی گیس سرایت کر چکی ہو ۔۔۔ آخر پھر کیوں پیشہ سے نفرت ۔۔۔؟ ہو سکتا ہے کہ تم زندگی کی ہوس کاریوں سے عاجز آ گئی ہو ۔۔۔ یہ بھی تسلیم کہ سکونِ زیست ہر ذی روح کا پیدائشی حق ہے ۔۔۔

یہ بھی مان سکتا ہوں کہ ہر رنڈی طبعاً رنڈی نہیں ہوتی لیکن تم مجھے یہ سمجھانے میں کامیاب نہ ہو سکیں کہ ایک خطرہ سے بچنے کیلئے دوسرا خطرہ مول لینا کوئی بہت بڑی دانشمندی ہے ۔۔۔ جلتے ہوئے جہاز سے جان بچانے کے لئے سمندر کی انتہائی گہرائیوں میں ڈوب مرنا عقلمندوں کا کام نہیں ۔۔۔ اور پھر

ایسی صورت میں جب کہ شادی، کے کوئی گر بھی اُسے معلوم نہ ہوں ——!

تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے —— تمہاری محبّت لاکھ سچا عشق سہی —— لیکن زاہد میں اس عشق کو خوش آمدید کہنے کی مطلق صلاحیّت نہیں —— جوانی —— جوش —— محبّت کا اُبھار —— ان کی عمر ہی گیا، دو چار مہینے نہ سہی —— یہی سال بھر سمجھ لو ——! پھر اس کے بعد ——

ناکامیاب ڈاکٹر اور ناکام رنڈی کا انجام یکساں ہوتا ہے۔ جب کوئی ڈاکٹر بے حد وحساب قبرستان آباد کر لیتا ہے تو اس کی قبر بھی وہیں کہیں بن جاتی ہے —— اور ناکام رنڈی! جانتی ہو اس کا حشر یا تو کسی گنڈے کے ہاتھ پنجاب کے کسی سرحدی دیہات میں فروخت ہو جاتی ہے! یا "نکٹی نصیبن" بن کر دکان سجانے پر مجبور ہو جاتی ہے ——!

چوک اور چکلے کے دروازے ہمیشہ کے لئے اس پر بند ہو جاتے ہیں —— میرا مطلب یہ نہیں کہ تم "نکاح" کی دنیا سے منحرف ہو کر معصیّت کی خانقاہ میں آجاؤ —— ہرگز نہیں —— ہرگز نہیں —— لیکن تمہیں اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی ضرور کرنی چاہئیے!

شاید تم یہ سمجھی ہو کہ میں نکاح کے بارے میں کہہ رہا ہوں —— نہیں نہیں —— خدا کرے ایسا کبھی نہ ہو! شمعِ محفل کی بجائے

بہت ہی جلد تم زینت خانہ بنو ـــــ لیکن یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے ـ کہ تم اپنے اس اعلیٰ اور عظیم مقصد کو عشق و محبت کی فریب کاریوں میں تباہ کر دو ـــــ یا سمجھ بوجھ کر قدم اٹھاؤ ـــــ!

عورت عشق کر سکتی ہے ـ محبت نباہ سکتی ہے ـــــ لیکن رنڈی عشق کرنے کے بعد بھی محبت کو نباہنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ـــــ اور اگر محبت نباہنے کا عزم سنبھال لے تو بھی اعتبار قائم نہیں کر سکتی ـــــ!

فرض کر لو کہ تمہاری محبت کا جواب محبت ہی میں مل رہا ہے تو یہ کیسے یقین کر لیا جائے کہ تمہارا اعتبار اور اعتماد بھی زاہد کی نگاہوں میں ویسا ہی ہوگا ـــــ جیسا کہ ایک بیاہتا بیوی کا ہونا چاہیئے ـــــ!

بہت برا لگا ہوگا تمہیں ـــــ کہ میں نے رنڈیوں کو عورتوں کی صنف سے الگ کر دیا ـــــ! قدرت کی صناعی میں معاذ اللہ تحریف کی جسارت کی ـــــ لیکن نہیں ـــــ ایسا ہی ہے ـ عورت عورت سے رنڈی ـــــ ہو سکتی ہے ـ مگر رنڈی، رنڈی سے عورت نہیں بن سکتی ـــــ! سمندر سے ندیاں ـــــ ندیوں سے نہریں ـــــ اور نہروں سے چھوٹے چھوٹے گندے نالے نکال دیئے جاتے ہیں ـــــ موجوں کی روانی سب میں ہوتی ہے چاہے ہلکی ہی کیوں نہ ہو ـــــ لیکن کیا گنگا اور جمنا سے نکلے ہوئے چھوٹے چھوٹے

کثیف نالے ہمارے گناہوں کو کیا اسی طرح پر دھو سکتے ہیں جس طرح خود گنگا و جمنا — !

یقیناً تم میں نسائیت کا مرمریں ارتعاش موجود ہے — ! تمہارے خد و خال ان کیفیات کے حامل ہیں جن کو عورت نے حاصل کیا ہے — تمہارا جسم اور تمہارے اعضا ربھی عورتوں کے ایسے ہیں۔ مگر تخیلات کی ارتقائی منازل سے گذرے ہوئے — یا انحطاط کے آخری درجہ پر — !

تمہاری دل فریبیوں میں رعنائی ہے، دلکشی ہے — جاذبیت ہے، لیکن ایک ملی دَلی کلی کی طرح — کتنے مردوں کی آغوش نے تمہارے جسم کے تاؤ کو دھیمی دھیمی اور تیز آنچوں میں تپا کر تمہاری سان نسائیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے — !

"مردوں کی آغوش" پر تم ضرور مسکرائی ہوگی اس لئے کہ شاید نادانستہ طور پر میرے قلم سے یہ فقرہ نکل گیا ہو — نہیں — جہاں میں نے تم کو عورت کی صنف سے الگ دیکھا ہے بالکل ویسے ہی میں اس مرد کو مرد نہیں کہتا جس نے عورت کو عورت سے رنڈی بنایا — جس نے اخلاق — تہذیب — انسانیت — اور دنیا کی سب سے لطیف کائنات کو مٹا دیا — جس نے سماج اور سوسائیٹی کی آڑ لیکر عورت کے جمال آبرو پر ڈاکہ ڈالا —

جس نے عورت کو رنڈی کا کفن پہنا کر اپنی نکمّی مردانگی کے جوہر دکھائے — کیا وہ مرد مرد کہا جا سکتا ہے —؟

"پولیس والوں سے کہہ دوں کہ وہ اس راجہ کے شیطانی پنجہ سے نجات دلا کر تمہیں زاہد کی ہوس فریب کاریوں پر بھینٹ چڑھاویں —"

بہت خوب! وعدہ ہی کر چکا ہوں تم سے — بے سمجھا بوجھا وعدہ — خیر نبھاؤں گا — سمجھتا ہوں کہ تم "خودکشی" کر رہی ہو — اور مجھ سے یہ چاہا جا رہا ہے کہ میں ریشم کی رنگین رسّی کا پھندا تمہارے گلے میں ڈال دوں — تمہیں موت کے جہنم میں دھکیل دوں — ایسے آغاز کی طرف کھینچ لے جاؤں جس کا انجام — ایک ہولناک انجام ہو! تمہیں اس خیالی سمندر کے قریب پہنچا دوں — جہاں کی ریگستانی آندھیاں طوفانی موجوں کی طرح لہرا رہی ہوں — سراب کے اس گھاٹ پر کھڑا کر دوں لے جا کر تمہیں — جہاں تمہاری سوکھی پیاس ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہمیشہ کیلئے بجھ جائے — ایسا ہی ہوگا، نبھاؤں گا بات — یہ سمجھ کر نبھاؤں گا کہ ایک گناہ کر رہا ہوں —! ایک ایسا جرم — جس کی سزا سزائے موت بہت کم ہے —!

مجھے معلوم ہے کہ راجہ کے جال سے نکل کر تم زاہد کے ڈراؤنے پنجرے میں قید ہو جاؤ گی — یہ ہوگا تمہاری خود

کشتی کا ایک سنبھالا ـــــ تھانے کی ہر ہر درودیوار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تمہارا انتظار کر رہی ہے ـــــ بہت سی للچائی ہوئی نگاہیں نظر براہ ہیں ـــــ تمہارے لئے ـــــ!

یہ نہ سمجھنا کہ پولیس کی امان میں پہونچکر تمہاری نفرت خیز روں میں کوئی ٹھہراؤ پیدا ہو جائیگا ـــــ تم کسی پُرسکون کنارے سے لگ جاؤ گی ـــــ ایسا نہیں ہے ـــــ زاھد کی آغوش بسانے سے پہلے تمہیں تھانے کی ریگستانی گودوں میں بھی تڑپنا ہو گا ـــــ! اپنی بیقراریاں مٹانے کے لئے تمہیں بہت سے لوگوں کو قرار کی نیند سُلانا ہو گا ـــــ

تمہیں اپنی آنکھوں سے محبّت کے آنسو خشک کرنا پڑیں گے ـــــ پہلی سی مسکراہٹیں اپنے ہونٹوں میں پھر بلانا پڑیں گی ـــــ تھانیداروں ـــــ منشیوں ـــــ یہاں تک کہ سپاہیوں کی پیاس بھی بجھانا ہو گی تمہیں ـــــ تب جاکر کہیں تم پہنچو گی اپنے "اُن" کی گود میں ـــــ

بڑے داروغہ ـــــ اور چھوٹے داروغہ بیشک میرے دوست تھے اور اب بھی ہیں ـــــ مگر میں پہلے انہیں پولیس والا سمجھتا ہوں ـــــ پھر دوست ـــــ شاید اب دوست بھی کہنا بیجا ہو گا! کیوں کہ یہ مشہور مثل کہاوت ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ

"رنڈی کسکی جورو ـــــ اور پولیس والے کسکے دوست"

"کند ہم جنس باہم جنس پرواز" ــــــ

ضرور تمہیں یہ سب اپنا ہی سمجھیں گے ــــ بہت ہی جلد میں بڑے داروغہ جی ــــ اور تمہارے بابو داروگہ جی" دونوں کو مفصل خط لکھوں گا ــــ اور اگر بن پڑا تو خود پہونچکر تمہاری گلو خلاصی چھوٹے راجہ سے کرا دوں گا ــــ لیکن جاتے ڈرتا ہوں تو اس لئے کہ تھانے میں تمہاری پامالی میری نگاہوں کے سامنے نہ ہوتی تو اچھا تھا ــــ بڑے داروغہ جی جنہیں سنت سادھو سمجھتی ہو ماشاءاللہ تھانیدار قسم کے آدمی ہیں ــــ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس قسم کے سادھو فقیر گلیوں گلیوں جھولی ڈالے پھرا کرتے ہیں اولاد بانٹنے کے لئے ــــ بس ایسے ہی ہیں یہ بھی ــــ عملی کم اور زبانی زیادہ ــــ بیکار باتوں سے بہت دور "نو نقد" قسم کے آدمی! ــــ

اور وہ بابو داروگہ جی تو بیچارے بالکل گائے ہیں ــــ جن کو چارہ پانی دینے کے لئے لوگ دو دو بجے رات تک ان کی تنہائیوں کی زینت بنتے رہے ہیں ــــ

جانتی ہو کہ مجھے تھانے کی خبریں کہاں پہنچینگی ــــ یہ خیال غلط ہے تمھارا ــــ مجھے سب کچھ معلوم ہے ــــ اس دن چھوٹے راجہ کی بزم نشاط اجاڑ کر تم کہاں پہنچی تھیں ــــ دبے پاؤں دھیرے دھیرے کہاں گئی تھیں ــــ بولو جھوٹ ہے ــــ؟

ان بابو داروگہ جی سے کیا بات چیت رہی! گھنٹوں رو رو کر

کیا سمجھایا ان کو ۔۔۔ بولتی کیوں نہیں ۔۔۔ کیا مطلب نکل جانے کے بعد جواب تو نہیں دے دیا۔ انہوں نے ۔۔۔ جواب مجھ سے سفارش کی بھیک مانگ رہی ہو ۔۔۔ کتنا غلط طریقہ ہے یہ بھی ۔۔۔!

نہیں نہیں میں سفارش سے انکار کی راہیں نہیں ڈھونڈھتا ہوں۔ بلکہ تمہیں ایک مستقل خطرہ میں دیکھ کر تمہاری بدقسمتی پر رونا آرہا ہے مجھے ۔۔۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری سفارشوں کے بعد بھی جب تم تھانے جاتیں پناہ لینے کیلئے تو وہ پتّے ہوا دینے لگتے جن کا سہارا ڈھونڈھا تھا تم نے ۔۔۔ بن پڑا تو اب بھی نہ ہونے دوں گا ۔۔۔ لیکن کچھ زیادہ امید نظر نہیں آتی ۔۔۔ بنانے سے زیادہ تم نے اپنے معاملے کو بگاڑ دیا ہے ۔۔!

نئی دلی والی" وہ" ہاں برابر خط آرہے ہیں ان کے، روزانہ ایک آدھ خط! انھیں بھی میرے خطوط سے دلچسپی ہے ۔ ڈاک کا انتظار بے چینی سے کرتی ہیں ۔۔۔ اور کوئی بات نہیں ۔۔۔ صرف اپنی تصویر بھیجی ہے ۔۔۔ مسکراتی ہوئی تصویر ۔۔۔ ساری کا پلو سرک کر شانوں پر آگیا ہے ۔۔۔ بال بھی بکھرے ہوئے ہیں ۔۔۔!

مجھ پر تو کیا عاشق ہوں گی ۔۔۔ البتّہ ایک کالج کے صاحبزادے پر مر رہی ہیں ۔۔۔ تمہاری طرح ۔۔۔ یہ جانتے

ہوئے کہ وہ دہلوی زاہد دس بیس لڑکیوں کی عزّت خاک میں ملا چکا ہے —— کئی کنواری لڑکیوں کو ماں بھی بنا چکا ہے —— بڑی طرح یقین ہے انہیں تمہاری طرح کہ وہ ان کی کشتی کنارے لگا دیگا ——!

ناسمجھ لڑکی —— میں نے لکھا اُسے کہ —— منہ بند کلیوں کو ریئے پھول بننے سے پہلے محبت کی دنیا میں قدم رکھنا موت کو دعوت دینے سے کم نہیں ہے —— یہ کلیاں محبّت کی سیج پر پہنچکر کچھ اسس طرح مسل دی جاتی ہیں اکثر —— کہ پھول بننا تو در کنار —— ان میں کلی کہلانے کی صلاحیت بھی باقی نہیں رہتی —— اگر سوسائٹی کی دلفریبیاں تمہیں اتنا ہی عورت بننے پر مجبور کر رہی ہیں تو —— محبّت اور عشق کے کانٹوں میں اُلجھ کر یہ راہ کیوں چلو جس شریف بدمعاش نے تمہیں پریم کا جُل دیا ہے —— تم خود ہی جانتی ہو ایک مکّار اور دغاباز انسان ہے جسنے تمہاری جیسی کتنی لڑکیوں سے محبّت کا ڈھونگ رچاکر —— محبّت کا یقین دلاکر —— ان سے ان کا سب کچھ چھین لیا —— پھر نہ جانے کیوں جان بوجھ کر تم اس کے فریب کو یقین کا درجہ دینے کیلئے بیتاب نظر آ رہی ہو ——!

محبّت میں نصیحتیں کارگر نہیں ہوتیں —— تم پر بھی الٹا ہی اثر ہوگا اور اس پر بھی —— تم بھی غصہ ہوگی اور وہ بھی —— تم بھی کوسو گی مجھے اور وہ بھی —— مگر مجھے تمہارے کوسنوں پر غصہ نہ آسکے

گا — بڑی کوشش کرنے کے بعد چند آنسو نکلیں گے وہ بھی دو قدم بہہ کر تھم جائیں گے! تمہاری تباہی پر — تمہاری بربادی پر — اور اُس پر — تمہارے گھر والے تو بالکل ناراض ہوں گے! شاید تمہاری صورت سے بھی نفرت ہو گئی ہو گی اُن کو — اور باجی جان تو بیزار ہوں گی غالباً —

تمہیں خط لکھنے کیا بیٹھتا ہوں بات میں بات نکلتی چلی آتی ہے — خدا جانے کہاں سے کہاں پہونچ جاتا ہوں۔

بار بار سوچتا ہوں کہ اب ختم کر دوں — پھر اُلجھ جاتا ہوں۔ اور قلم رُکتا ہی نہیں — ہاں یاد آگیا! "فریادیوں" سے ملاقات ہوئی تھی رات کو! تمہارا ذکر آہی گیا! میں نے سارا حال سُنا دیا اُن کو — "نکاح" پر تو اُن سب کے خیالات ویسے ہی ہیں جیسے ایک سمجھدار انسان کے ہونے چاہئیں — مگر اس پر اُن میں سے کسی کو بھی اتفاق نہیں ہے کہ تمہارے زاہد تو بہ نبھا سکیں گے — ظفر صاحب تو بڑے پہنچے ہوئے لوگوں میں سے ہیں — تمہاری جیسی سیکڑوں رنڈیاں "بقول شخصے" ان کی نگاہوں سے گذر چکی ہیں اور گذر رہی ہیں — اور زاہد کے ایسے ناتجربہ کار صاحبزادوں کی تو ابھی برسوں بڑھائیں گے وہ — ان کا بھی خیال یہی ہے کہ تمہاری زندگی کی یہ سب سے بڑی بھول ہے — ایسی بھول جس کا پچھتاوا عمر بھر نہ چکا سکو گی — !

مشیر کو دیکھتی ہو کیسا ہنسوڑ آدمی ہے! تمہاری حماقت پر کئی گھنٹے لگاتار ہنستا رہا —— یہ ہنسی بھی ایک قسم کی بیماری ہوتی ہے —— زیادہ ہنسنا زیادہ رونا دونوں خطرناک کام ہیں —— لیکن رائے ان کی بھی یہی ہے کہ تم ہمالیہ جیسی غلطی کا ارتکاب کر رہی ہو انصار تو شائد بُری طرح مرشٹے تھے تم پر —— ان کی سمجھ میں خاک نہ آیا —— منہ بسور کر قریب تھا کہ رونے لگیں —— بارے پھر ضبط کر گئے —— ان کی رائے ہنوز محفوظ ہے ——!

مختصر یہ کہ تمہاری حماقت سے دلچسپی سب کو ہے! بعض کو ہمدردی بھی! لیکن ڈرتے ہیں کہ ہمدردی کریں تو کیسے —— کہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ رنڈی کے جال میں پھنس گئے ہیں ——

رنڈیوں کی دوستی اور دشمنی دونوں ایک مستقل عذاب ہیں —— ہمدردی کرو تو ساری دنیا یہ خیال کرتی ہے کہ مر رہے ہیں ان پر —— دشمنی کرو تو کونسل تک میں لوگ بگڑ جاتے ہیں! گنڈوں کے ہاتھوں بیعزتی کا الگ کھٹکا —— یارانِ طریقت کی پھبتیاں الگ "کہ آپ ہیں سماج سدھار کمیٹی کے سبھاپت!" آپ نے سوسائیٹی کی خرابیاں دور کرنیکا ٹھیکہ لے رکھا ہے —— آپ اس بیسویں صدی کے پیغمبر ہیں جو رنڈیوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں —— وغیرہ وغیرہ ——!

تمہاری "موج" کیسی ہے اب —— بڑے آدمیوں کی

رنگ رلیوں میں ہوتا ہی رہتا ہے! ـــ پھر تم لوگوں کی زندگی تو ایک مستقل "موچ" ہے ـ کلائی میں "موچ" پاؤں میں "موچ" کمر میں "موچ" ـــ اور جانے کہاں کہاں موچ آجاتی ہے تم لوگوں کے! ـــ سینک کیا ہوتا اور تیل کی مالش!

آج رات کو ایک بڑا ہی ڈراؤنا خواب دیکھا میں نے ـ ایسا خواب جو برسوں نہ بھولیگا ـ بالکل پچھلے پہر دیکھا کہ اندھیاری چھائی ہوئی ہے کچھ بوندا باندی بھی ہے زور زور سے بادل گرج رہے ہیں ـ بڑے زور زور سے بجلیاں بھی چمک رہی ہیں ـــ ایک لق ودق میدان سے میں گذر رہا ہوں ـــ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو جانے کدھر سے آرہی ہے ـــ ایکدم سے پانی برسنے لگا ـ زور شور کیسا تھا ـ تیز تیز طوفانی ہوائیں چلنے لگیں جیسے آندھی ـ بادلوں کی گرج سے دل دہلا جا رہا تھا ـ پسینہ چھوٹنے لگا ـــ اندھیرا اس قسم کا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ دکھائی پڑتا ـ بجلیوں کی چمک سے نگاہیں خیرہ ہوئی جا رہی تھیں ـ سامنے ایک بہت گھنا درخت املی کا نظر آیا جس کے تنے میں "کھوہ" بنی ہوئی تھی ـ گھبرا کر میں اس کھوہ میں گھس گیا! طوفان میں اب بھی کمی نہ تھی ـــ ویسی ہی بارش اور ویسی ہی ہوائیں ـ ویسی ہی گرج اور ویسی ہی چمک! میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا لیا ـــ یکایک بہت زور سے بادل گرجے ـــ اور چند سیکنڈ کے بعد ہی بجلیاں ٹوٹ پڑیں ـــ اسی املی کے درخت پر

میں چیخ اٹھا — !

کتنا مہیب اور ڈراؤنا خواب تھا۔ اگر آنکھ نہ کھل جاتی تو نہ جانے کیا ہوتا۔ کئی منٹ تک سکتے کا عالم رہا۔ تب کہیں جاکر ہوش و حواس بجا ہوئے! بہت پریشان ہوں کہ کیا تھا — کیوں تھا — تھا؟ اور خدا جانے کیا — تعبیریں بھی لوگوں نے کچھ سہمی ہوئی سی دیں! سنتا ہوں کہ پچھلے پہر کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں — کاش یہ خواب بھی سچّا ہو جاتا — تو ابدی سکون حاصل ہوتا —

اب نہیں لکھا جاتا — خیالات منتشر اور دماغ پراگندہ ہے معاف کیجئے گا زندگی ہے تو پھر انشاء اللہ — میں آج ہی تھانے والوں کو بھی لکھ رہا ہوں — ! اطمینان رکھو!

مفصّل جواب کا منتظر

چوتھا خط ——————— ۴

منزلِ مقصود کی طرف



میں خاکِ ہو کے خاکِ درِ یار ہو گیا
منزل کے اشتیاق نے منزل بنا دیا

شکر ہے کہ تھانیواوں نے تمہیں اس شیطان راجہ سے نجات دلادی —— اور تم بخیریت پہونچ گئیں منزلِ مقصود پر!۔

بڑے دروغہ جی —— اور ان بابو دروغہ جی نے تمہارا بڑا خیال کیا میری وجہ سے! میری وجہ سے کیا! یہ کیوں نہیں کہتیں کہ خود تمہاری وجہ سے تمہارا خیال کیا گیا ——

خیر —— شکریہ کا خط دونوں کو لکھ دوں گا! —— اور یہ بھی لکھ دوں گا کہ آپ کا احسان —— مطلب یہ کہ صاحبزادہ پر نہیں بلکہ میری گردن پر ہے ۔ اب خوش رہو تم ——!

"زاهد" اسٹیشن پر آئے تھے لینے کے لئے! کیوں نہ ہو محبت نام ہی ہے بے چینیوں کا ۔ ان بیچارے کو تم بن چین کہاں نئے شکاری جو ٹھہرے نا ۔ آپ ہی شکار بلانے جائیں گے ——! تب کہیں جا کر ——!

اِس "سواگت" میں ان کے بہت سے دوست بھی شریک تھے! ضرور رہوں گے! بڑے ٹھاٹ سے بارات پہنچی ہوگی! بینڈ شہنائی ۔ ارگن —— موٹریں —— تانگے ۔ ہاتھی —— شکرم ۔ کیا ہی

کس چیز کی تھی جو ساتھ نہ ہو گی بارات میں ــــ مگر ہاں! دُلھن کار میں لے جائی گئی یا فینس ہیں ــــ چوک!

ہائیں ــ چوک! توبہ توبہ کس گندی گلی کا نام آگیا! معاف کیجئے گا ــ غلطی میں نکل گیا منہ سے! آپ اور چوک! میرے منہ میں خاک آپ کے دشمن چوک جائیں اب! آپ تو کسی عالیشان کوٹھی میں اتاری گئی ہوں گی ــ جس کے سرسبز لان پر زربفت کا چالیس چوبہ شامیانہ لگا ہو گا ــ صوفے بچھے ہوں گے ــ گلدانوں میں پھول ــــ چنگیر دانوں میں پان ــ اور پاس ہی قناعتوں کی آڑ میں "ولیمہ" سجا ہو گا ــ طرح طرح کے کھانے قسم قسم کے لوازمات ــ پلیٹوں کی جھنکار ــ اور سنہرے قہقہے ــــ مبارک سلامت کے ہنگامے ــ اور تمہارے "ان" کے لجائے ہوئے شکریے "کھیلتے ہوں گے ــــ!

"ناچ واچ" ہے بھی فضول سی چیز ــــ پھر رنڈیوں نے تو اسٹرائیک کر دیا ہو گا کہ اس شادی میں کوئی رنڈی شرکت نہ کرے۔ احتجاجاً انہیں کرنا بھی یہی چاہیئے تھا ــ کتنی سبکی ہے اس طبقے کی جس سے اس کی کوئی فرد زبردستی چھین لی جائے ــــ!

رنڈیوں کا غصہ حق بجانب ہے! اگر اسی طرح سب رنڈیاں کالج کے لونڈوں پر عاشق ہو ہو کر "زینت" خانہ بن جائیں گی تو دنیا سے معصیت کا نام ہی مٹ جائیگا ایک دن ــ! ہر طبقے کے

لوگ اپنی بقا اور تحفّظ کے لئے قربانیاں کرنے پر مجبور ہیں ــــ اِن رنڈیوں کے اِس فعل پر کسے اعتراض ہو سکتا ہے ــــ پھر ــــ پھر یہ ناچ گانا ہے بھی فضول سی چیز! اصراف بیجا! بھلا اس "ہُو حق" میں رکھّا ہی کیا ہے ــ دوستوں کی دعوت کر دو۔ یتیم خانوں کو عطیّات دیدو گرلس کالج میں چندے دو ــ الحمد اللہ خیر صلاح! جنت بھی اور دنیا بھی دونوں مٹھّی میں رہیں گی ــــ! نام بھی ہو گا اور ثواب بھی ــــ!

مجازی ابّا جان ــــ اور امّی جان نے کیا دیا رو نمائی میں ــــ کچھ تو لکھّا ہوتا ــــ!

فی الحال یعنی کہ ابھی فی الحال تم چوک ہی میں اپنی ایک ھم پیشہ بہن کے یہاں عارضی طور پر ٹھہر گئی ہو ــــ بس دو چار روز میں چھوہارے اور شکر کا بندوبست ہو جانے پر ان کے یہاں چلی جاؤ گی ــــ لیکن شاید تمہیں معلوم نہیں کہ شکّر پر لڑائی کی وجہ سے کنٹرول ہے ــــ قریب قریب راشننگ! اتنی ہی ملتی ہے ہفتے بھر میں! جو دونوں وقت کی چائے کے لئے کافی ہو ــــ اور چھوہارے تو مدّت سے نظر ہی نہیں آئے شائد کسی حکیم یا عطّار کے یہاں زنجبار کے لوگوں کی طرح اچاریوں میں محفوظ رکھّے ہوں دو چار ــــ لیکن میں کہتا ہوں کہ آخر اس جھگڑے کی ضرورت ہی کیا ــــ کیا جہاں "مرغا" نہیں ہوتا وہاں صبح نہیں ہوتی ــــ؟

ارے بھئی چھوہارے نہیں ملتے نہ ملیں ــــ شکّر پر کنٹرول ہو

وہ بھی جانے دو ـــــ مولویوں پر تو راشننگ نہیں ـــــ زیادہ سے زیادہ سوا روپیہ کی بجائے مہنگائی الاؤنس ملا کر دو روپیہ لے لیں گے ـــــ اور اگر یہ بھی نہ ملیں تو سارے شہر میں ایک آدھ قاضی تو ضرور ہوگا ـــــ بُلا کر پڑھوا لو ـــــ دو بول ـ

اچھا تو پہلے مکان کی فکر ہے ـ بالکل ٹھیک ہونا بھی چاہیئے یہی فکر! ابّا جان ـــــ اور امّی جان تو "عاق" ہی کر چکے ـ اس مکان میں گنجائش کہاں ـــــ

مگر بڑے شہروں میں مکان کیا ـ کرایہ پر قبریں بھی نہیں ملتیں مُردوں کو ـــــ! اگر سال چھ مہینے اِسی مستقل مزاجی سے کوشش کریں گے تو کامیابی ضروری ہے انشاء اللہ ـــــ جوئیندہ یابندہ! مِل ہی جائے گا مکان ـــــ جب یہ کنٹرول پٹرول کچھ بھی نہ رہیگا ـــــ سب مکانات خالی ہو جائیں گے! گھبرانے کی بات نہیں ـــــ صبر کا پھل بہت میٹھا ہوتا ہے گو کہ پکتا ذرا دیر سے ہے ـــــ!

میں کہتا ہوں تمہارے ان کو اعتراض ہی کیا ہوگا فی الحال جب تک "چوک" میں ہو "فالتو وقت میں" بڑی آسانی کے ساتھ "اوور ٹائم" (OVER TIME) کر سکتی ہو ـ کچھ نہ کچھ ـــــ

مطلب یہ کہ آخر بیکار پڑی پڑی کیا کرتی رہوگی ـــــ اس لڑائی کے زمانہ میں بیکاری تو ایک طریقہ کا جُرم ہے گویا ـــــ ہر عقلمند آدمی جسے تھوڑی بہت بھی عقل ہے اس لڑائی کے زمانہ میں بیکار

وقت ضایع کرنا گناہ سمجھتا ہے ۔۔۔ "فی الحال" چوک میں سبھی کچھ کر سکتی ہو تم! دو فائدے ہوں گے اس میں اوّل تو یہ کہ ۔۔۔ زاہد کو مکان تلاش کرنے میں آسانی ہو گی۔ یعنی وہ تمہاری طرف سے فی الحال فارغ البال ثابت ہو سکتے ہیں ۔۔۔ دوسرے یہ کہ اس اتنی مدّت میں کافی کما بھی لو گی ۔۔۔ اتنا کافی کہ لڑائی کے بعد کئی برس تک جب تمہارے وہ "بیکاری" کی جڑی بوٹیاں تلاش کرتے پھریں گے تو گھر بار کی طرف سے قریب قریب بے فکر رہ سکتے ہو تم لوگ ۔۔۔!

"مجازی امیں جان" کی خدمت میں گئیں تھیں آپ! ماشاءاللہ نیم راضی ہو گئی ہیں تو راضی ہی سمجھو ۔ بڑا اچھا کیا تم نے جو ہر طرح یقین دلا دیا انہیں کہ تم ایک فرمانبردار کنیز ثابت ہو گی ۔۔۔ تمہاری سعادت مندی کی تعریف نہیں کی جا سکتی ۔۔۔ راضی نہ ہو نیکے معنی ہی کیا ۔۔۔ جب یہاں تک کہدیا تم نے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اپنا سہاگ اُجاڑو گی ۔۔۔ خندہ پیشانی سے موت بیاہ لاؤ گی ۔۔۔ گھر میں ایک "داسی" بن کر رہو گی ۔۔۔ ان کے چرنوں کی داسی ۔۔۔

پھر کیوں نہ راضی ہوتیں! سوچا ہو گا انہوں نے کہ آج کل تنخواہ دینے پر تو "ماما" ملتی ہی نہیں ۔۔۔ کھانے کپڑے پر ہاتھ آ جائے تو کیا بُری ہے ۔ لڑکے کی ضد بھی رہ جائیگی اور اپنا کام بھی ہو گا ۔۔۔! خسر صاحب کا کھٹکا ہے ورنہ آپ "بہو" بن کر پہونچ چکی

ہوتیں پھولوں کی سیج پر ــــ خیر دھیرے دھیرے وہ بھی رام ہو علیل فی الحال اتنی ہی کامیابی تمہاری محبت کی لافانی جیت ہے ــــ کچھ دِن اسی طرح مستقل مزاج بنی ہو گی تو بیڑا پار ہی سمجھو ــــ ساس ــــ سسر ــــ نند ــــ بھاوجیں سبھی تمہاری اخلاق کی گرفیدہ ہو جائیں گی ــــ تم لوگوں کا اخلاق ہی تو بس ایک چیز ہوتا ہے ــــ سیکڑوں مرد اسی اخلاق پر جان دیدیتے ہیں ــــ پچاسوں کے جنازے اسی اخلاق پر نکلتے ہیں ــــ

جب مرد ایسے سنگدل پہاڑ کو تمہارا اخلاق زیر کر سکتا ہے تو ان نرم دل عورتوں کو پھسلا لینا کون بڑا کام ہے ــــ جن کی سرشت ہی "موم" ہوتی ہے ــــ

واقعی تمہارے ساتھ تھانے والوں نے حد درجہ شرافت کا برتاؤ کیا ــ حقیقت یہ ہے کہ دونوں آدمی بڑے شریف اور نیک دل اور پاکباز ہیں ــــ جتنی شرافت تمہارے ساتھ برتی اتنا تو خیال بھی نہ تھا ــــ مگر ہاں یہ اُمید ضرور تھی ــ کہ میری سفارش کا کافی خیال کریں گے ــــ اور کیا بھی ــ! حالاں کہ اس شرافت کی قیمت اُنہیں بہت ادا کرنا پڑے گی ــــ وہ شیطان کا بچّہ راجہ سارے تھانے کا دشمن ہو گیا ہو گا اور کوئی کوشش اٹھا نہ رکھے گا ان لوگوں کو نقصان پہونچانے کی ــــ!

"بابو داروغہ جی" کا خط آیا ہے ـــــ انہیں تم لوگوں سے کافی ہمدردی ہے! محض اس وجہ سے کہ تم پیشہ چھوڑ کر شریفانہ زندگی بسر کر رہی ہو۔ بڑے داروغہ جی نے مجھے مبارک باد دی ہے کہ یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ حالانکہ میں اس معاملے میں بالکل بے قصور ہوں ـــ بلکہ تمہارے اس نکاح کا حد درجہ مخالف ـــ

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں آدمیوں نے تمہارے ساتھ شرافت ـــ انسانیت اور ہمدردی کا خاتمہ کر دیا۔ اور میرے ساتھ دوستی نباہنے کے لئے ایک بہت بڑے خطرے میں پھنس گئے ـــ ورنہ ظاہر ہے ان کی بلا سے اگر چھوٹے راجہ تمہیں مار بھی ڈالتے تو ان کا کیا بگڑتا ـــ بس ایک "پنچایت نامہ" ہی تو بھرنا پڑتا ـــ!

زیورات سب زاہد کی حفاظت میں دیدیئے۔ بڑا ہی اچھا کیا ـــ زیورات کچھ دل سے زیادہ قیمتی تھوڑے ہی تھے۔ جب دل ہی سونپ دیا تو زیورات کی کیا بساط ـــ اس غریب کی اشک شوئی ہو گی کم از کم ـــ تمہارے پیچھے گھڑی سونے کے بٹن اور سُنا ہے کہ سائیکل تک بیچ لی تھی ـــ خیر میزان برابر ہو گئی۔ "عوض معاوضہ گلہ ندارد" ـــ عشق کے پینگ بڑھانے کے لئے اکثر قمیص اور شروانیاں تک گروی کرنا پڑتی

ہیں ___ پھر رنڈی کو رجھانے کیلئے تو لوگ اپنا گھر بار ___ بیوی بچے ___ اور گھاٹ پاٹ سبھی بھگتا دیتے ہیں ___ اسی امید پر کہ اگر کہیں لگ گیا داؤں تو ایک ہی دفعہ میں نگلے ہوئے نوالے اُگل دیں گی بائی جی ___ سو سنار کی اور ایک لوہار کی ___ سنی ہو گی تم نے ___ اس مہنگائی کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ دو سو روپیہ کی "سکینڈ ہینڈ سائیکل" پچاس کی گھڑی ___ اور ایسے ہی بٹن ٹکے ہوں گے ___ مگر تمہارے جہیز کی قیمت کیا پانچ ہزار بھی نہ ہوگی ___ تمہیں کہتی تھیں کہ ایک ہزار کا نکلس چھوٹے راجہ لائے تھے، چوڑیاں ___ بندے ___ ہار خاک بلا ہوگی پانچ چھ ہزار کی ___!

بھئی ___ جیسے ہی زیور رہن ہو! کم از کم ایک سوٹ اپنے جنٹلمین کو ضرور بنوا دینا ___ کیسی یتیمی برستی ہے اُس کے چہرے پر ___ اور سائیکل و گھڑی وغیرہ تو تم ہی خرید دو گی گہنے کی ضرورت ہی نہیں ___

میری اگر سنو! ___ تو کہوں! بڑی عمدہ بات ایک سمجھ میں آئی ہے ___ اگر مان جاؤ ___ تو بس ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آنند ہی آنند ہیں ___ آج کل سونے کا بھاؤ بہت اچھا ہے یہ کل زیورات فروخت کر کے زاہد کو آٹے دال کی دکان رکھوا دو "زاہد کرانہ اسٹور" بڑا سا سائن بورڈ لگوا دینا ___ کوئی عیب

نہیں ــــ دنیا زیادہ سے زیادہ "بنیا" کہے گی تو کہے! مہاتما گاندھی تک بُرا نہیں مانتے ــ! تجارت تو بڑا نیک پیشہ ہے بڑے بڑے رسول اور پیغمبروں نے تجارت کر کے پیٹ پالا ہے اگر زاہد یہ کریں گے تو شان میں کون سا بٹہ لگ جائیگا ــــ مطلب یہ ہے کہ میں اس کے خلاف ہوں کہ سودی قرضہ لیکر زیور رہن رکھدو ــــ اور وہ دھیرے دھیرے سیٹھ جی کے بیاج میں جوڑ جائیں ــــ تین چار ہزار میں بہت بڑے پیمانہ پر ایک اپٹوڈیٹ قسم کا کرانہ اسٹور قایم ہو سکتا ہے ــــ دو تین سو روپے مہینہ کی آمدنی کہیں نہیں گئی ــــ یوں تمہیں اختیار ہے ــــ!

ہاں ان نواب صاحب کو کیا جواب دیا جو بُری طرح گھایل ہو چکے ہیں تمہارے تیر نگاہ سے! اس پر بھی تیار ہیں کہ زاہد بھی رہیں اور وہ بھی ــ بلکہ تمہارے ساتھ زاہد کے بھی مصارف کے کفیل ہوں گے ــ میں نے تو تمہیں یہی رائے دی تھی کہ "اوور ٹایم" (Over Time) میں کوئی ہرج نہیں ــ نکاح کو کون منع کرتا ہے ــ تم زاہد کی ــ زاہد تمہارے کسی سے پوچھنا تو ہے نہیں جب جی چاہے کسی مولوی کو پکڑ کر دو بول پڑھوا لینا ــ!

اس بیچارے نواب کا دل کیوں توڑ رہی ہو ــ نیک

کام کرنے کیلئے گئی ہو۔ غریبوں کی آہیں نہ لو۔ جب ,, دعوت نگاہ "
دیتے ہوئے تم کو اور تمہارے ان حیادار شوہر نامدار کو جھجک محسوس نہیں
نہ ہوئی تو پھر ایک آدھ جام دیدینے میں کون سے خزانے خالی ہو جائینگے
اگر ایسا ہی تھا تو پھر چوک میں ٹھہریں کیوں جاکر ۔ ٹھہری تھیں تو حسن
عام کے دروازے کیوں بھیڑے! اگر یہ بھی ممکن نہیں تھا تو گھونگھٹ نکالکر
بیٹھ جاتیں ۔ سر نیچا کر کے ایک بڑی لمبی چوڑی نتھ (NO ADMITION)
,, نو ایڈمیشن " کی طرح پہر لٹکالیتیں ۔ اور اپنی میزبان سے کہہ دیتیں کہ تماش
بینوں کو سمجھادیں کہ ابھی بچی کو ستائیں نا ۔ دیکھتے نہیں ,, نتھ " ۔!
سنتی ہو ۔ بڑا بول انسان کا سر نیچا کر دیتا ہے ۔ نگاہیں جھکا دیتا
ہے ۔ غالباً اپنے جوش میں تم نے اس دکھیارے نواب کو کچھ زیادہ اچھا
جواب نہ دیا ہوگا ۔ یہی کہا ہوگا شائد کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں
رہتیں عالم پناہ ۔ خداوندا ایک کمان سے دو تیر ایک ساتھ نہیں پھینکے
جاسکتے ۔ ایک دلمیں محبت کے بہت سے جلوے بسانا ! عالیجاہ ۔!
میرے بس کی بات نہیں ۔ نواب نے بھی کچھ نہ کچھ ضرور سمجھایا ہوگا ۔
یہی کہ اب دنیا کا رنگ بدل گیا ہے ۔ یہ باتیں اب پرانی ہو گئیں کہ ۔
ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہتیں ۔ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں رہتے
اب تو ,, جمہوریت " کا دور دورہ ہے ۔ اس بیسویں صدی میں دنیا کی کسی
سلطنت کی ناؤ کوئی اکیلا نہیں چلا سکتا ۔ بڑی بڑی کونسلوں اور
اسمبلیوں کے بغیر کوئی حکومت کامیاب نہیں ہوتی اس زمانے میں ۔۔۔

ایسے ایسے رائفل ایجاد ہو گئے ہیں کہ دو کیا ایک ساتھ چھ چھ گولیاں بھر دی جاتی ہیں ــــ کس دقیانوسیت میں پڑی ہو ۔ اس تہذیب میں دوست دوست تو کیا باپ بیٹا بھی ساتھ میں عیاشی عیب نہیں سمجھتا ۔ بھائی بھائی سوسائٹی میں بیٹھ کر ایک ساتھ رنگ رلیاں منانا گناہ نہیں سمجھتے ــــ پھر تمہیں اور تمہارے زاہد کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے ــــ!

بہر حال ایسی ہی باتیں ہوئی ہوں گی تم سے اور تمہارے نواب صاحب سے اور شاید تم نہ پسیجی ہو ــــ لیکن تمہیں اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی ضرور کرنی چاہیئے ــــ!

دلی والی خفا ہو گئیں ــــ کوئی ہفتہ بھر سے ان کا کوئی خط نہیں آیا اچھا ہے وقت اور ڈاک کے پیسے بچے! ادھر تو شائد میں تمہاری طرف نہ آ سکوں ــــ اور اگر آیا بھی تو تم تک پہونچنا بھی آسان نہیں ۔ کیونکہ اب تم اپنے بس میں تو ہو نہیں ــــ!

ہم سب خیریت سے ہیں ــــ خدا کرے تم معہ اپنے "ان" کے بخیریت ہو ــــ!

ــــ٭ــــ

پانچواں خط ——— ۵

ٹھوکریں

رگ و پے میں جب اُترے زہرِ غم تب دیکھئے کیا ہو
ابھی تو تلخیٔ کام و دہن کی آزمائش ہے

تمہارا خط پہنچنے سے کچھ ہی دیر پہلے تمہارے ماموں اٹھکر گئے ہیں یہاں سے! آج کئی دن سے برابر آرہے ہیں۔ ننھو نام بتایا ہے اپنا ـــ کہتے ہیں کہ ساحرہ میری حقیقی بھانجی ہے۔ میں نے ہی پالا پوسا اور چار پیسے کمانے کے قابل کیا ـــ ماں تو اس کی بچپن ہی میں مرگئی تھی ـــ اگر میں اپنی اولاد کی طرح پرورش نہ کرتا تو آج در بدر کی خاک چھانتی نظر آتی ـــ!

دو دو استاد رکھ کر ناچنا۔ گانا سکھوایا ـــ مولوی رکھ کر پڑھایا۔ لکھایا ـــ اب جو جوان ہوئیں تو میرے احسانات کا بدلہ دیکھ ہی رہے ہیں آپ! خاندان کی آبرو مٹی میں ملادی۔

میرے پاس ننھو اس لئے آیا تھا کہ میں اس کی مدد کروں اور "تمہیں" تباہی سے بچالوں! "وہ" بے انتہا ناراض ہے تم سے ـــ اور ـــ تمہارے زاھد سے! کہتا ہے کہ اگر سیدھی طرح ان کی سمجھ میں نہ آئے گا تو پھر میں جان پر کھیل جاؤں گا ـــ! چاہے مجھے پھانسی ہو جائے یا کالا پانی ـــ ساحرہ اور زاھد

دونوں کو جان سے مار ڈالوں گا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس پہ سچ مچ خون سوار ہے۔ اس کی آنکھوں میں شرابیوں کی طرح ایک خمار نظر آتا تھا۔ میں نے مصلحتِ وقت سمجھ کر بہت نرم گفتگو کی۔ دلجوئی کی اس کی۔ اور غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے سمجھایا۔ کہ ایسی جہالت کی ضرورت نہیں بچپن اور ناسمجھی ہے ابھی۔ چند ہی دنوں میں جوانی کا جوش ٹھنڈا ہو جائیگا۔ پھر کہاں کے زاہد ——— اور کیسی ساجرہ! مگر ——— کچھ یہ سمجھ میں نہیں آتا آخر لوگوں نے یہ کیوں سمجھ لیا ہے کہ " تمہارے معاملے میں وہی ہو گا جو میں چاہوں گا "

معاف کیجئے گا کوئی میں نے " چک سدھار " کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا ہے ـــ نہ دنیا بھر کی رنڈیوں کے گھریلو معاملات کا میں ذمہ دار ہوں ـــ کہ ہر شخص پیاسے انسان کی طرح مدد کیلئے دوڑتا ہے میری طرف ـــ

اُس مختصر سی " ملاقات " میں تم نے نہ جانے کس بھروسہ پر مجھ سے ایک بہت ہی پاک مدد کا مبہم سا وعدہ لیا تھا۔ میں جانے کیوں اقرار کر بیٹھا۔ تم نے خطوط لکھنے میں نے جواب دیئے! تم نے میری نصیحتوں کو برا نہیں مانا۔ میں نے ذرا سختی کے ساتھ تمہیں سمجھانے بجھانے کی کوشش کی! تمہارے ادبی اور مجلسی مذاق کو میں نے دور کی نگاہوں سے

دیکھا — تم اپنے رومان دُہرا گئیں — اور بس خدا کے لئے بتاؤ اس سے زیادہ اس کہانی کی حقیقت ہی کیا تھی جو ایک پورا افسانہ بنا دیا گیا۔

تم جانتی ہو کہ میں ایک لااُبالی قسم کا انسان ہوں۔ مجلسی اور ادبی قسم کے مذاق سے مجھے عشق ہے۔ ایسی رنڈیوں سے میں ایک مناسب حد تک دلچسپی لینے میں جھجک بھی محسوس نہیں کرتا جن کا مجلسی ذوق گرا ہوا نہ ہو — جن میں شائستگی اور سلیقے کے ساتھ سوسائٹی نبھانے کی صلاحیت ہو — جن کے بناوٹی اخلاق میں چھچھوراپن نہ ٹپکتا ہو — جو بے تکلف بھی ہوں تو اپنے حدود کے اندر — جنھیں مدہوش ہونے کا موقع بھی دیا جائے تو ہوش و حواس نہ کھو بیٹھیں —

اس قسم کی بدخود غلط رنڈیوں سے مجھے نفرت ہے جو ہر آنے والے کے متعلق بری طرح یہ رائے قائم کر لیں کہ بس پھانس لیا ہے —!

تم نے سنا ہو گا۔ پرانے زمانے میں رنڈیوں کے گھر تہذیب و اخلاق کی درس گاہیں سمجھی جاتی تھیں شرفا اپنے بچوں کو اخلاق اور مذہب سکھانے کیلئے ان کے "مکتب" میں بٹھا دیتے تھے — آخر کیوں —؟ وہ اسی لئے کہ واقعی یہ رنڈیاں تہذیب — ادب اور اخلاق

کا مجسمہ ہوتی تھیں ــــ وہ آج کل کی سی نہ تھیں جن کے گھروں کی طرف لوگ جاتے ہوئے ڈرتے ہیں وہ۔ اندھیرے میں بھی ــ وہ ایسی نہ تھیں جن کے گھر تخریب اخلاق کے اڈے کہے جاتے ــــ! گنڈے پن کے مرکز ہوتے جو ــــ اور جن کے تصوّر سے انسانیت اور اخلاق کانپ اُٹھتے ــــ!

ہاں ــــ تو کہہ یہ رہا تھا کہ میری بد ذوقی اور یہ ایک چھوٹا سا گناہ ــــ کہ نیک نیتی کے ساتھ میں نے تم سے امداد کا وعدہ کیا ــــ اور حتی الامکان جو کر سکا وہ کیا بھی ــــ لیکن اس کے معنی یہ تو نہیں ہیں کہ میں نے تمہارے سارے خاندان کی امداد کا بیڑا اٹھا رکھا ہے! جو ہر شخص چلا آرہا ــــ ہو! المدد۔ المدد المدد۔ کرتا ہوا ــــ

اس وقت تو ننھو کو یہی جواب دینا مناسب تھا جو دیدیا محض یہ سوچ کر کہ کہیں وہ کوئی مجنونانہ حرکت نہ کر بیٹھے جو تمہاری "رومانٹک کامیڈی" ٹریجڈی میں بدل جائے ــــ مگر میں اس قسم کی باتوں کو بالکل پسند نہیں کرتا کہ ہر شخص جبر واور ننھو چلا آرہا ہے کہ سفارش کر دیجئے ــ مدد کیجئے ــــ یہ کیجئے ــــ وہ کیجئے ــ

تمہاری ادھوری باتوں سے دل بدن نفرت ہوتی جا رہی ہے مجھے ــــ!! ہزار بار لکھا میں نے کہ یا تو تم مجھے کچھ لکھو نہیں! اور جو لکھو تو پوری بات! یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ رنڈیوں

سگے سرپرست حقیقتاً زندگی برباد کرنے کے ذمہ وار ہوا کرتے ہیں ۔۔۔ اگر وہ نہ چاہیں تو رنڈیوں کی پیداوار ہی کیوں بڑھے۔ لیکن یہ اعتراض انفرادی اعتراض تو نہیں کہا جا سکتا کہ "نتھو" نے ایسا کیا ۔۔۔ سبھی نتھو جو تمہارے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔۔۔ ایسا ہی کرتے ہیں ۔۔۔ ایسا ہی کرتے رہے ہیں ۔۔۔ اور ہمیشہ یہی کرتے رہیں گے ۔۔۔ پیشہ جو ٹھہرا ان کا ۔ زندگیاں برباد کرنا ۔۔۔!!
اب یہ فقرہ ۔۔۔ "کہ اس روسیاہ نے مجھے کہیں کا نہ رکھا ۔ کہیں کا نہ رکھا ۔۔۔!"

جانے تم کہاں کی رہنا چاہتی تھیں ۔۔۔ ایک رنڈی کے گھر میں جنم لیکر اس باغ کے مالی سے ۔۔۔ جس نے انگور کی ایک خوبصورت بیل یہ سمجھ کر لگائی ہو کہ جب یہ سرسبز و شاداب ہو گی تو وہ اس انگور کے خوشوں سے کھیل سکے گا ۔۔۔ یہ امید کرنا کہ جب وہ بار آور ہو تو اُسے اپنے چمن سے نکال پھینکے ۔۔۔ ایسی ہی توقع ہے جیسے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہم بڑے بڑے جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کر کے ہندوستان کی عنان حکومت برطانیہ کے ہاتھ سے لے لیں گے ۔۔۔
لوگ درخت اسی لئے لگاتے ہیں کہ اس کی چھاؤں میں میٹھی نیند سو سکیں گے ۔۔۔ اور اس کے پھل کھائیں گے ۔۔۔!
پھر اگر نتھو نے تم کو وہیں کا رکھا جہاں تمہاری ماں ، تمہاری

نانی ـــ اور تم جیسی تمام خاندانی رنڈیاں رہتی ہیں تو کون سے گناہ کیا ـــ ہاں اگر اس فقرے سے تمہارا کچھ اور مطلب ہے تو وہ تم ہی سمجھ سکتی ہو ـــ

تمہارے اس خط کے فقرے فقرے سے کچھ ایسا ٹپکتا ہے آج ـــ کہ جیسے تم یہ نکاح کسی سے انتقام کیلئے کر رہی ہو ـــ اور شاید وہ تمہارا وہی شفیق ماموں نتھو ہے جس نے تمہیں پال پوس کر چار پیسے کمانے کے قابل بنایا تھا ـ مگر تم نے اُس کے احسانات کی قدر نہ کی ـــ بلکہ آج الٹا الزام دے رہی ہو کہ تمہاری زندگی برباد کر دی اُس نے ـ ممکن ہے تمہارے قلم سے نکلے ہوئے یہ فقرے اپنے بے ربط جملوں میں کچھ اور کہانیاں بھی چھپائے ہوئے ہوں ـــ جن کو مجھ سے چھپانا ہی مناسب سمجھا ہو تم نے ـ حالانکہ میں نے اوّل ہی دن تم سے کہہ دیا تھا کہ مجھے ادھوری بات اور جھوٹ سے بغض للّٰہی ہے ـ

میں کہتا ہوں تم کس قسم کی معمہ ہو! کتنی اُلجھی ہوئی ہے تمہاری کہانی ـــ جو پورے سال بھر میں تم نے اتنی دُہرائی ہے ـــ کہ جیسے ابھی سب کچھ باقی ہے سننا ـ نہ جانے کس طرح سسک سسک کر بیان کر رہی ہو ـ تھوڑا تھوڑا سا افسانہ خدا جانے کہاں تک ہو تم ـــ کہ زندگی بھر راز ہی رہو گی ـــ

اور سنو! وہ نتھو تو کہتا تھا اس دن کہ یہ بیماری پرانی

ہے۔ تمہیں۔ کئی بار عشق و محبت کا دورہ پڑ چکا ہے۔ آج تک، کوئی رام لال موٹر ڈرائیور تھا اس پر عاشق ہو چکی ہو۔ اور اس زور و شور کے ساتھ کہ اللہ تیری پناہ ــــ مجنوں کو بھی مات کر دیا تھا۔ بہت بری حالت ہو گئی تھی تمہاری ــــ اس کے پیچھے! کھانا پینا سب چھوٹ گیا تھا ــــ راتوں کی نیند حرام ہو گئی تھی ــــ پیشہ چھوڑ دیا تھا تم نے ــــ یہاں تک کہ گانا بجانا بھی ــــ! بس دیوانہ وار۔ سڑک کے کنارے بال بکھرے بیٹھی رہتی تھیں، لاری کے انتظار میں ــــ بالکل آمادہ تھیں۔ اس کے ساتھ بھاگ جانے پر ــــ بارے بہت ہی جلد آنکھیں کھول دیں اس نے ــــ کچھ پولیس تھانے کی بھی نوبت آئی ــــ! خدا جانے کیا کچھ ہوا پھر۔ بہر حال تم اچھی ہو گئیں جلدی ہی! دوسری مرتبہ ــــ اس سے بھی سخت قسم کا دورہ پڑا عشق کا ــــ عشق ذرا محبت سے زیادہ قسم کی سنگین بیماری ہوتی ہے ــــ تم بری طرح گھائل ہو گئیں اب کی۔! پہلے سے بھی کاری زخم تھا۔ کپڑے تک پھاڑنے کی نوبت آ گئی تھی ــــ اس زمانے میں ــــ! گھر بار چھوڑ کر مستقل طور سے ویرانوں میں جا بسی تھیں ــــ

ہر گھڑا بیٹھا تمہاری نوجوانی ــــ کم سنی اور اس دیوانگی پر آنسو بہاتا تھا ــــ گھر والے عاجز حکیم اور ڈاکٹر حیران

یہاں تک کہ دورازحال تمہیں جنوں ــــ یعنی سخت قسم کا جنون ہوگیا ــــ تمھارے "انہوں" نے حسبِ دستور قدیم بیوفائی کی ــــ تب کہیں جا کر ہوش آیا تمہیں ــــ

اب نتھو کہتا تھا کہ تیسری مرتبہ پھر وہی آسیبی خلل ہوگیا ہے ــــ اتنے سخت قسم کا تو نہیں ہیں۔ باقی اس مرتبہ کالج کے لونڈوں سے دل لگا کر مٹی اکارت کردی ہے۔ دیکھیئے کیا حشر ہوا ــــ ممکن ہے نتھو نے یہ واقعات بہت بڑھا چڑھا کر تمہاری دشمنی میں بیان کیئے ہوں ــــ اور چاہتا ہو کہ اس پر تمہیں اتنا بدنام اور سُبک کیا جائے کہ تمہارا زاہد ذلتوں کے خوف سے گھبرا کر جلد تمہیں چھوڑ جائے اور تم پھر اس کے پنجۂ اقتدار میں آ جاؤ ــــ لیکن اپنے پہلے خطوط میں زاہد کے متعلق جن جذبات کا اظہار کیا ہے تم نے! اُس سے کم از کم اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ تمہاری بے جھجک محبت میں کافی پختہ کاری موجود ہے ــــ چاہے وہ اسی لیئے ہو کہ تم ایک حسین و جمیل ممثلہ ہو ــــ ایکٹنگ کے کمالات سے واقف ــــ!

نواب صاحب روز آتے ہیں ــــ مگر تم مُنہ نہیں لگاتیں ــــ کیوں منہ لگانے لگیں ــــ تم پر تو "محبت کا بھوت" سوار ہے ــــ آج کل مرد اور عورت کی محبت میں یہی تو فرق ہے۔ عورت محبت کرنے کے بعد بھی اکثر خودداری اور ثابت قدمی

قایم رکھنے میں کامیاب ہو جاتی ہے ــــ ٹھکرائی ہوئی محبّت میں بیقرار ہو کر بھی آپے سے باہر نہیں ہوتی ـ زندگی بھر تڑپ تڑپ کر جان گنوا سکتی ہے مگر ٹھکرایا ہوا سر ــ کسی کے قدموں پر دوبارہ نہیں رکھ سکتی ـــ

برخلاف اس کے یہی مرد اگر ہزار مرتبہ بھی کتّے کیطرح للکارا جائے بلکہ کھا بار اس کی محبّت حقارت سے ٹھکرا دی جائے اس کی محبت کی تحقیر و تحقیر کی جائے پھر بھی وہ ثابت قدمی کیساتھ ڈٹا رہتا ہے ــــ بار بار محبّت کے امتحان میں فیل ہو کر بھی مایوس و نا امیّد نہیں ہوتا ـــ

وہ بیچارہ نواب ــــ غریب مرد ہے! ایک رنڈی سے محبّت کی ہے "کڑوا کریلا اور نیم چڑھا" اسی کو کہتے ہیں ـ مرد کی محبّت وہ بھی رنڈی سے! اگر تم "دو تکارو" بھی تو بھی کہاں وہ ہمت ہارنے والا ـــ سنڈلوں سے مرمّت بھی کرو ـ تب بھی وہ عشق کا میدان نہ چھوڑے گا ـــ

اور یہ رنڈیوں سے عشق کرنیوالے مرد ہوتے بھی ہیں آزمودہ کار قسم کے باہمت جوان ــــ دن دھاڑے "چک" کے چھجّوں پر بے جھجک نگاہیں ڈالتے ڈالتے ان کی آنکھوں کا پانی مرجاتا ہے ـــ "معاف کیجئے گا اس وقت" سنتے سنتے انکے کان بہرے ہو جاتے ہیں ـــ!

"ہوس کاریاں" ذلتیں اٹھاتے اٹھاتے بے حس ہو جاتی ہیں ۔۔!

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی "

بقولِ غالب! محبت اس زمانے میں نام ہی ہے ۔۔ "بوالہوسی اور عیاشی" کا ۔! چلتے چلاتے سر راہے، کسی بیاہی یا بن بیاہی عورت کو دیکھ کر جس کا آنچل ہوا سے سرک کر شانوں پر آگیا ہو! بس پھر کیا ہے؟ عشق و محبت کے دَورے پڑنے لگتے! تیزی کے ساتھ سائیکل ڈال دی اس کے پیچھے ۔ یہاں تک کہ گھر کا نمبر نوٹ کر کے واپس ہوئے!!

"پکچر ہاؤس" میں دھوکے سے تاریکیوں میں کسی کا نرم نرم ہاتھ مس ہو گیا ۔!..............

.......بس رومان شروع! یہ بھی معلوم کرنیکی ضرورت نہیں کہ "محترمہ" عمر میں اُن کی والدہ سے کتنے سال بڑی ہیں یہ ہے آج کل کا عشق ۔۔ یہ ہے اس زمانے کی محبت ۔۔!

تم زاہد کے ساتھ ایک ایسا ہی ڈرامہ کھیل رہی ہو اور وہ نواب تمھارے ساتھ اسی قسم کا ناٹک کھیلنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ منزل دونوں کی ایک ہے، صرف راستوں کا ہیر پھیر ہے!۔۔ پھر خدا جانے کیا جنون ہے کہ تم سب مل جل کر ایک قافلے کی صورت میں اس منزل کی طرف

کیوں نہیں جاتے جو راستے کی تکالیف و مصائب آپس میں بٹ جائیں ــ!
مانا کہ راجہ نے تمہارے ساتھ بدسلوکیاں کیں ــ ریئسوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ــ مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نواب ویسا نہ ثابت ہو! یہ سچ ہے کہ دودھ کی جلی بلی مٹھا پھونک کر پیتی ہے۔ لیکن خدا نے عقل اسی لئے دی ہے انسان کو ــ کہ ہر کام سوچ سمجھکر کرے ــ!
میری خیریت کیا پوچھتی ہو ــ سب خیریت ہی ہے ــ رہتے ہیں نا ــ ہندوستان میں! جسے ساری دنیا "خیریّت گاہ" کہتی ہے۔ جب کبھی ہندوستان کی پریشان حالی اور مصیبتوں کے متعلق ولایت کے "دارالعوام" میں سوالات کئے جاتے ہیں۔ تو ہماری حکومت کی طرف سے یہی جواب دیا جاتا ہے کہ ہندوستان ــ ہندوستان میں بحمداللہ سب خیریت ہے تا حال! تو یوں سمجھ لو کہ میں بھی بحمد اللہ بالکل بہ خیریت ہوں ــ!
اور بخیریت نہ ہونے کے بظاہر کوئی وجہ بھی نہیں، کھاتا بھی ہوں، پیتا بھی ہوں، سوتا ہوں، جاگتا ہوں، چلتا ہوں، پھرتا ہوں۔ اور قریب قریب دن بھر لکھّا کرتا ہوں۔ موت نہیں آتی اور کیا چاہیئے خیریّت ــ!!

دُکھ، درد، اور بیماریاں یہ تو انسان کے ساتھ ہیں ۔
دل وجگر کا روگ البتہ اگر بے سمجھے بوجھے انسان کے سامنے ذکر آجائے تو وہ بھی یہی سمجھے گا کہ نصیبِ دشمناں عاشق ہو گئے کسی پر! حالاں کہ یہ امراض ہماری عیش پسندیوں کی پیدا کردہ بیماریاں ہیں ۔ بجلی کی روشنی، بجلی کے پنکھے، برف کا تیز تیز پانی، کوکو جم اور ڈالڈا ــــ بے ضرورت دواؤں کا استعمال، خدا آپ کا بھلا کرے! یہ سگرٹ اور سگار وغیرہ، بس یہی ہماری بیماریوں کے اسباب ہیں ۔ ناتجربہ کار ڈاکٹروں کی تشخیص زیادہ تر ہماری موت کا سبب ہوا کرتی ہے ۔

جس طرح ہر نیا وکیل " میعاد عارض " کا عذر کرتا ہے بالکل اسی طرح ہر نیا ڈاکٹر نبض پر ہاتھ رکھتے ہی! اسٹتھسکوپ لگاتے ہی! تھرمامیٹر جھٹکتے ہی برجستہ کہہ اٹھتا ہے ۔

" ٹی ۔ بی " (T . B)

سترہ ہفتے سے مسلسل بخار ہے چوبیس [۲۴] گھنٹے!
فوراً بھوالی لے جاؤ، ایکس رے کراؤ ــــ ابھی ۔ ابھی،

ڈاکٹروں کے رحم وکرم پر میری زندگی کا بھی دارومدار ہے! خدا کیا ــــ ؟! انھیں کی دواؤں پر چل رہا ہوں ۔ بقول شخصے ۔

اچھا — اب خدا حافظ، —! ایک صاحب آ گئے ہیں سر کھانے کیلئے۔ ان کے ساتھ جھک مارنا ہے —! دیکھو! کتنی دیر تک بیٹھتے ہیں۔

چھٹا خط ——— ۶



"ایسا بھی ہوتا ہے"

زمانے کے سِتم سہنا ہی پڑتے ہیں محبّت میں
بھُلا بھی دو یہ "رُودادِ ستم" ایسا بھی ہوتا ہے

جھوٹ ۔۔۔۔!

ایسا بھی کہاں کا گیا گذرا ہو گا نتھو، جس نے "نتھ" اتارنے سے پہلے ہی تم پر ہاتھ صاف کر دیا ہو ۔۔۔ حقیقی نہ سہی پھر بھی تمہاری ماں اور اس نے ایک ہی ماں کی گود میں آنکھ کھولی تمہیں پالا پوسا اور پھر ۔۔۔ توبہ توبہ اگر تمہارا خیال نہ کرتا تو کم از کم اپنی روٹیوں سے ڈرا ہو گا کہ "سر ڈھانکنے" کا بھاڈ نہ بگڑ جائے کہیں ۔۔!

کیا واقعی فریب دہی کا مقدمہ چلا تھا ۔ یہ سب قصہ آج تمہاری زبانی سن رہا ہوں! سخت تعجب ہے کہ دنیا میں یہ بھی ہوتا ہے کہ جس تھالی میں کھائیں اسی میں چھید کر دیں! تو اس مقدمہ میں بڑا ہی مزا آیا ہو گا ۔ تم بھی ملزم بنکر عدالت میں گئی ہو گی ۔۔۔ اس نے یہی درخواست دی ہو گی شاید کہ ۔۔۔ نتھو نے تمہیں کنوارا کہہ کر اس سے دھوکا دیا ۔ ڈاگری بھی کرائی ہو گی سیٹھ جی نے! توبہ توبہ! کس قدر ذلت اور پریشانیوں کا سامنا تھا ۔ سارے شہر میں ڈھنڈورہ پٹ

کیا ہوگا! اخبار والوں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ اس مقدمہ کی کاروائی چھاپی ہوگی ـــ!

بڑا اچھا ہوا جو صلح ہوگئی۔ ورنہ تم دونوں جیل کی ہوا کھاتے ـــ!!

ڈاکٹر صاحب نے بڑی اچھی رپورٹ دی تھی۔ تمہاری بہت مدد کی۔ ہمدردی اور انسانیت کا خاتمہ ہے بس ان لوگوں پر۔ خصوصاً جب کوئی اس قسم کے مقدمات آجاتے ہیں اُن کے یہاں۔ تو کچھ نہ پوچھو قلم تو قلم تھرما میٹر تک توڑ دیتے ہیں۔ بقولِ شخصے ـــ ڈاکٹری تو نہایت کامیاب رہی ہوگی۔ یہی کوئی دس پندرہ دن لگے ہوں گے! بنگلہ پر بھی بلایا ہوگا ڈاکٹر صاحب نے! بارے اُلپ ٹلی! یوں کہو! "جان بچی لاکھوں پائے"

لیکن ـــ اس واقعہ کے بعد بھی تو تم مدتوں اپنے انہیں ماموں کے ساتھ رہیں۔ بہت پرانے زخم آج اُبھرے ہیں۔ جب پوروئیا چلتی ہے تو پُرانی چوٹیں ابھر ہی آتی ہیں ـــ یہی کہوگی غالباً۔ کہ اب بمشکل تمام اس موذی سے پیچھا چھوٹ سکا ہے ـ!

بُرا نہ مانو اگر تو کہو! ـــ کہدوں! اسی مشفقانہ جذبے سے مجبور ہوکر اگر تم نے محبت کا رنگ رچایا ہے تو سخت غلطی ہے تمہاری! رنڈی کا کوٹھا ایک پامال گلی ہوتا ہے! ننھّو جیسے

ہزاروں ماموں اور خیرو جیسے ہزاروں باپ اس شاہراہ پر روزانہ آتے رہتے ہیں۔ کیا کسی رنڈی نے معاملت کرتے وقت کبھی یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ جس تماشبین سے سودا طے ہو رہا ہے۔ وہ اس کا باپ ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ہزاروں اور لاکھوں واقعات اس قسم کے دیکھے گئے ہیں کہ جن کی عمر اسی دشت کی سیاحی میں گذر چکتی ہے وہ اکثر اپنی سگی اولاد .... اس سے تو کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا۔ کہ رنڈی کے کھوٹے پر صرف ایک ہی رشتہ پہنچتا ہے۔ اور وہ بقولِ شخصے محبت۔ نہ باپ بیٹی۔ نہ بھائی بہن۔ نہ چچا بھتیجی۔ نہ ماموں بھانجی۔ ان سب رشتوں سے الگ ہے پریم کا رشتہ۔ وہی سچا پریم۔ سچی محبت اور سچا عشق جو عام طور پر آج کل ایک ناٹک کی طرح روز کھیلا جا رہا ہے۔

ہاں! یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جان بوجھکر کوئی۔ لیکن خدا کے لئے بتاؤ کیا آنکھ پر پٹی باندھ لینے سے پاپ پاپ نہیں رہتا۔ سنسان اندھیرے میں جو گناہ کئے جاتے ہیں۔ ان کا وزن کچھ ہلکا ہو جاتا ہے کیا۔ چوری چاہے اندھیاری راتوں میں کی جائے چاہے کھلتی ہوئی چاندنی میں! بہر حال جرم کی نوعیت نہیں بدلتی۔ پھر آخر نتھو سے یہ خفگی تا بکے! اگر یہی نتھو ایک دن شام کے وقت بھیس بدل کر۔ جامدانی کا انگر کھا اور

زردوزی کی کامدار ٹوپی پہن کر پھولوں کے گجرے لئے مسکراتا ہوا آتا تمھارے کوٹھے پر ـــ تو کیا تم انکار کر دیتیں! کیا تم اُس کی جیبوں سے جھانکنے والے نوٹوں کے متعلق اندازہ لگانے کی کوشش نہ کرتیں کہ اس کی گرہ میں کتنا مال ہے! یہی نتھو اپنی گھنی مونچھوں سے پھنکار مار کر تمہاری طرف دیکھتا تو کیا تم مسکراتی نہیں ـــ؟ یہی نتھو جب بلا گنے ہوئے نوٹوں کا بنڈل تمہاری طرف پھینک دیتا تو کیا تم اسے ٹھکرا دیتیں؟ پھر ـــ! جب اس وقت آئی ہوئی لچھمی ٹھکرائی نہیں جاتی ـــ دودھ بھات کی تھالی میں لات مارنا جب پاپ تھا اُس وقت ـــ! تو ایک ذراسی یہ والہانہ لغزش اس کی قابلِ معافی نہیں کیا ـ؟ گگڑی کے چور کو کٹاریں مار مار کر سزا دینا ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے ـ؟ شراب کے نشہ میں بدمست ہو کر اس نے تمہارا کیا بگاڑ لیا ـــ خود نقصان اٹھایا اُس نے پریشانیوں میں پھنس گیا ـ جیل جانے تک کی نوبت آ گئی تھی ـــ!

تمھارا غصّہ تو بہر حال بیجا ہے! یہ گھڑی تمھارے لئے تو آنی ہی تھی ـــ نتھو نہ سہی وہ سیٹھ ہوتا ـ! کوئی اور ہوتا ہوتا تو یہی ـــ یا اور کچھ!! البتّہ جلسہ نہ ہو سکا، ہنی مون" جشن واقعی نہ منائے جا سکے ـ مزاروں پر چادریں نہ چڑھ

سکیں۔! اللہ میاں کی سلامتی کے طاق نہ بھرے جا سکے ۔ تو۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ مقدمہ کے دوران میں کیسے ممکن تھا۔!

تم! یہ نہ سمجھنا کہ میں نتھو کی کوئی سفارش کر رہا ہوں۔! ہرگز نہیں۔! وہ ایک دن پھر آیا تھا میں نے صاف صاف اس سے کہہ دیا کہ ہوش کی دوا کرو۔ مجھے کیا ضرورت جو میں پرائی آگ میں پھاند پڑوں۔ تم جانو اور تمھاری بھانجی یا وہ زاہد۔! چاہے قتل کر دو یا مار ڈالو! مجھے کوئی دلچسپی نہیں غصّہ تو دھیما ہو گیا ہے اب۔ کہتا تھا کہ ایک وکیل صاحب سے میں نے صلاح لی ہے وہ کہتے ہیں کہ۔ یہ کہہ کر دعویٰ کر دو کہ "زاہد میری نابالغ بھانجی کو بھگا لے گیا ہے" وارنٹ نکلوا کر فوراً گرفتار کرا دوں گا! میں دل ہی دل میں بہت دیر تک ہنستا گیا۔ تمہاری اس "نابالغی" پر! اگر اب سے دو تین سال پہلے یہ کہا جاتا تو خیر ماننے والی بات تھی۔ مگر اب یہ کون مانے گا کہ تم اب بھی نابالغ ہو۔!

ویسے تو رنڈی تمام عمر نابالغ ہی رہتی ہے۔ قریب قریب سو برس تک رنڈی کا شباب رہتا ہے۔ اور تم تو بہرحال نوجوان ہو۔ اگر واقعی "نتھو" نے درخواست دے دی تو بڑا ہی مزا آئے گا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو! ایک مرتبہ عدالت میں تو تم آ ہی جاؤ

گی معہ اپنے زاہد کے! بہت ممکن ہے! ایک بار پھر ڈاکٹروں کے سپرد کردی جاؤ۔ حالانکہ نتیجہ تمہارے موافق ہی ہو گا۔ تھوڑی بہت پریشانی جو قسمت میں لکھی ہے، ضرور ہو گی۔

دہلوی زاہد کی بیگم صاحبہ کا بھی معذرت نامہ آج پہنچا ہے، اس دو ڈھائی مہینے کے اندر وہ صاحبزادی سے "بیگم" بن کر بیوہ بھی ہو چکیں۔ یعنی ان صاحبزادے نے حسب توقع ویسا ہی کیا۔ جیسا اب تک دوسری لڑکیوں کے ساتھ کرتے آئے ہیں۔ بڑی خجالت، شرمندگی اور ذلتوں کا سامنا کرنا پڑا بیچاری کو! کورٹ شپ! آج کل کی مہذب دنیا میں معصوم زندگیوں کے ساتھ بے جھجک کھُل کھیلنے کو کورٹ شپ کہتے ہیں۔! ایسا ہی جانو جیسے تمہارے کوٹھوں پر آنیوالے بعض لوگ جب شروع شروع میں آتے ہیں۔ تو یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ایک بارات کے لئے انہیں کچھ گانیوالی رنڈیوں کی ضرورت ہے۔ بے تکلف گاؤ تکیے کا سہارا لیکر۔ خود سگرٹ پیش کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اگر زحمت نہ ہو تو ایک آدھ چیز عنایت ہو جائے! اسی انداز سے تقریباً تمام کوٹھوں پر کئی دن تک چکر لگاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی نہ کسی جگہ ان کی نظر ٹھہر ہی جاتی ہے۔

تعلیم یافتہ اور مہذب دنیا میں بھی قریب قریب

"کورٹ شپ" کا ایسا ہی طریقہ ہے! ہر نوجوان کو اختیار حاصل ہے کہ ایک ہی وقت میں وہ درجنوں لڑکیوں سے "کورٹ شپ" کے پینگ بڑھائے! ٹینس، بیڈمنٹن، بلیرڈ پکچر، ڈانس اور ایسے ہی بہت سے موقعوں پر عملی طور پر یہ سمجھنے کی بھی کوشش کرے کہ یہ لڑکی۔ کہاں تک اُس کی "جیون ساتھی" بننے کی صلاحیت رکھتی ہے! ماں باپ بھائی بہن، کسی کو بھی ایسی ملاقاتوں میں مخل ہونے کا استحقاق نہیں۔ چاہے ان پر خلوت کا کیسا ہی گہرا پردہ کیوں نہ پڑا ہو۔

بہرحال۔! یہ بھی "کورٹ شپ" کی امتحان گاہ میں پہنچیں۔ تمناؤں اور امیدوں سے بھرا ہوا ایک دل لیئے ہوئے اعتبارات اور یقین کا نقاب پہنے ہوئے، فیشن کی آزادیوں میں بلا روک و ٹوک ایک "پریم نیّا" پر سوار ہو گئیں۔! ان کے دہلوی زاہد بھی ساتھ تھے۔ ابھی تک! موجیں دھیمے دھیمے لہجے میں سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ اور یہ لوگ بدمست شرابیوں کی طرح نوجوانی کے ساز پر چنگھاڑ رہے تھے!۔ دھیرے دھیرے ناؤ بہہ رہی تھی۔ اور ناؤ کی دنیا میں ہنگامے اور قہقہے کھیل رہے تھے! کیف و سرور کے ساگر میں بہتے چلے جا رہے تھے دونوں! ایک ایسی کشتی پر

جس کے ملاّح کو انہوں نے کنارے ہی پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ واپسی کی راہ دیکھے! جوانی عقل و ہوش کی منزلوں سے بھٹک کر نکل گئی ایک طرف! جہاں بقول "ان کے" چاروں طرف پریم ہی پریم نظر آ رہا تھا۔

کشتی جب کنارے سے چلی تو کچھ دیر تک یہ لوگ مُڑ مُڑ کر ملاح کی طرف دیکھتے رہے کہ کہیں وہ دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ پھر ملاح نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ موجوں کی پرسکون روانی انہیں بہت دور کھینچ لے گئی۔ جہاں سے تھوڑی ہی دور پر سورج کی سنہری کرنیں سمندر کی گہرائیوں میں منہ چھپا لینا چاہتی تھیں۔ کچھ رنگین سا اُجالا ابھی باقی تھا۔ شفق کی سُرخیوں کے ساتھ! موجوں سے ٹکراتے ہوئے لطیف جھونکوں نے "کشتی والوں" کو بیخود کر دیا۔۔۔۔ سوچا "اس نے" کہ آخر میں ہوں کس کی! "کورٹ شپ" تو شادی بیاہ کا پہلا زینہ کہلاتا ہے۔ اگر پہلی ہی سیڑھی پر نہ پہونچ سکے تو آخری منزل پر کیا خاک پہنچیں گے! ایک چھوٹی سی درخواست سی معمولی التجا۔۔۔ اگر یہ بھی ٹھکرا دی۔ تو نہ جانے میرا زاہد کیا خیال کرے گا۔ کشتی اب ذرا تیز چل رہی تھی۔ زاہد نے "ریحانہ" کی طرف نگاہ بھر کر دیکھا۔ بڑی التجاؤں کے ساتھ۔ آرزو دل میں ڈوبی ہوئی نگاہ ڈالی۔ کشتی کا بوجھ ایک طرف سمٹ آیا

دو دل ایک دل بن گئے۔ اور دو سینے ....! کشتی موجوں سے نکل کر تیز دھار میں پہونچ گئی بلکہ منجدھار میں۔۔۔! بڑے زور زور سے ہوائیں چلنے لگیں۔۔۔ "بھنور" میں پہنچ گئی ناؤ!! اب بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں......... یہاں تک کہ ناؤ میں پانی آنا شروع ہو گیا۔۔۔ اور پھر.....! پھر کیا ہوتا تھا۔

اتنے دنوں جو خط و کتابت نہیں رہی، یہ سمجھو کہ "کورٹ شپ" کا کورس پورا کر رہی تھیں۔۔۔ افسوس کہ فیل ہو گئیں۔۔۔!! لکھا ہے کہ کاش میں نے آپ کا کہا مان لیا ہوتا۔۔۔!

سن لی تم نے ریحانہ کی دُکھ بھری کہانی! ریحانہ پر کیا موقوف آج کل سیکڑوں بیوقوف لڑکیاں "کورٹ شپ" اور محبت کے جال میں پھنس کر آئے دن مکر و فریب کا شکار ہو جاتی ہیں۔ فیشن کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا کر عزت و آبرو نسوانی وقار اور خاندانی لاج سب کچھ گنوا کر اس وقت پچھتاتی ہیں جب پچھتانا بے سود ثابت ہو چکتا ہے!۔۔۔ ان دہلوی زاہد نے ریحانہ کے ساتھ کیا کیا۔۔۔ یہ تو دیکھ ہی چکے۔۔۔ دیکھیں اب لکھنوی زاہد ساجدہ کیساتھ کیا کرتے ہیں۔؟

تمہارے خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی تک چوک ہی میں ہو۔۔۔ حالانکہ ننھو کہتا تھا اس دن کہ زاہد نے کوئی مکان

کرایہ پر لے لیا ہے۔ اور تم اب وہاں اُٹھ گئی ہو۔۔۔!
اُس نے بیان کیا۔ بہت بُری حالت ہے تم لوگوں کی۔! زاہد کے باپ ایک منٹ کیلئے اس کے روادار نہیں کہ تم ان کے گھر میں رہو۔۔۔ البتہ ماں چُرا چھُپا کر مدد کرتی رہتی ہے۔ تمہاری حالت یہ ہے کہ "کچے مکان" کی کثیف اور گندی کوٹھڑی میں ایک چٹائی بچھی ہوئی ہے اور اس پر ایک میلی کچیلی دری۔۔ پاس ہی تمہارا کپڑوں کا ٹرنک اور وہ سامان ہے جو تم اپنے ساتھ گھر سے لے گئی تھیں۔۔ وہیں ایک مٹی کا گھڑا، ایلومونیم کا گلاس، ٹین کا لوٹا۔ اور بس دونوں وقت زاہد کی ماں چوری چھُپے نوکروں جیسا کھانا بھیجدیتی ہیں۔۔ اور خدا نہ کرے تم دن بھر اکیلی پڑے پڑے کوّے ہنکاتی رہتی ہو۔۔!!

ایک دوسری خبر یہ پہنچی ہے اللہ جانے جھوٹ ہے یا سچ! کہ زاہد تو دن بھر چوک میں دوسرے شکار تلاش کرتے رہتے ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے مخلص احباب حقِ دوستی ادا کرتے ہیں۔۔ سارا دن کوئی نہ کوئی دل بہلانے کیلئے موجود ہی رہتا ہے! تم نے تو اس سلسلے میں کچھ لکھا نہیں۔۔؟ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو اب شاید یہ ناٹک پوری ایک رات بھی نہ ہو سکے گا۔! لالے کے پاؤں پالنے میں دیکھے جاتے ہیں۔ یہ اور بات ہے

کہ محبت کے گہرے پردوں سے تمہیں کچھ دکھائی نہ دے
— لیکن اب تو شائد پورے سال بھر نہ چل سکے گی یہ ناؤ!
سُنا ہے کہ تمہیں یقین دلایا گیا ہے کہ عنقریب تمہارے
زاہد وکالت کا امتحان پاس کرلیں گے — اور یہ کہ وہ
امتحان کی تیاریاں کر رہے ہیں — پھر یہ کہ زاہد کی یہ کامیابی
تمہاری محبت کی کامیابی ثابت ہونیوالی ہے — کیوں نہ ہو!
اعتماد، اعتبار اور یقین پر تو ساری دنیا کا دارومدار ہی ہے —!
محبت بلا یقین و اعتبار کے دو قدم بھی نہیں چل سکتی! — مگر
— مگر میں تم کو یقین دلاتا ہوں — یہ جانتے ہوئے کہ
میرے یقین کو زاہد کے یقین کا مرتبہ حاصل نہیں — کہ اس
سال "زاہد" نام کا کوئی نوجوان یہاں کی یونیورسٹی سے
"لا" کا امتحان نہیں دے رہا ہے —!

کچھ نہیں معلوم — کہ یہ خط اب تم کو پہنچ بھی سکے
گا یا نہیں! یا اگر پہنچے گا تو "سنسر" کی کتنی منزلیں طے
کرے! بہر حال میں اپنا یہ خط بھیجکر تو اپنے فرض سے
سبکدوش ہو رہا ہوں — تمہیں نہ پہونچے تو میری
کیا خطا —؟!!

سوچتا ہوں کہ اگر کہیں یہ خط تمہارے زاہد کے
ہاتھ پڑ گیا — تو خون ہی کھول جائیگا اس کا! نجانے

اسے خط و کتابت کا حال معلوم بھی ہے کہ نہیں ۔!
عنقریب میں آنیوالا ہوں ۔ افسوس کہ تم سے ملاقات نہ ہو سکے گی اور بظاہر اب ملاقات ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ۔ شاید جب یہ خط تمہارے ہاتھوں میں پہونچے گا ۔ تو باقاعدہ طور پر تم زاہد کی شریکِ حیات بن چکی ہوگی! ۔ اور تمھیں ہرگز یہ اختیار نہ ہوگا کہ تم کسی غیر مرد سے بات چیت کرو ۔! یا خط و کتابت " ۔!

میں خود بھی اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ کسی دوسرے کے حقوق میں دخل دوں ۔!!

معاف کرنا ۔ میں نے اب تک جو کچھ لکھا تھا ۔! ایک رَو تھی میرے خیالات کی ۔ بے جھجک یہ سمجھکر لکھتا چلا گیا کہ تمہیں میری باتیں بُری نہ لگیں گی ۔ خدا کرے میرا خیال صحیح ہو ۔! لیکن اس کے باوجود بھی معافی چاہتا ہوں ۔ اگر کچھ بُرا لگا ہو تمہیں! ۔ کیا معاف نہ کردوگی مجھے ۔؟

میری دلی دعائیں تمہاری کامیابیوں کے ساتھ ہیں ۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تم ہمیشہ کامیاب و کامران رہو ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ خدانخواستہ کہہ

کہ اتنا اور بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خدا نہ کرے تمہیں میری کسی امداد کی کبھی ضرورت محسوس ہو تو بلا تکلف مجھے اپنا مخلص سمجھ کر یاد کر لینا ـــــ اور میں جو کچھ کر سکوں گا انشاء اللہ کبھی دریغ نہ کروں گا ــــ اتنا ہی "زاہد" سے بھی کہنا ہے کہ اگر ان کی نظر سے میرا کوئی خط گذر جائے تو جوانی کے جوش میں بُرا نہ مان جائیں۔ واقعی میں نے ان کے متعلق جو لکھا ہے۔ کبھی میرے ذہن میں بھی یہ نہ آسکا کہ وہ زاہد کی نظر سے گذر سکتا ہے! غلط یا صحیح! یہ میری رائے تھی اور ہے! لہذا کم از کم معاف تو کر ہی دینا چاہیئے انہیں ــــ!

میں اب تمہارے جواب کا انتظار نہ کروں گا اور نہ تم جواب دینے کی کوشش کر کے اپنی راہ کھوٹی کرنا ــــ!!

یقین مانو! میری دلی دعائیں اب بھی تمہارے ساتھ ہیں ــ اور ہمیشہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہینگی ـــ! گو کہ سمجھتا ہوں کہ اب شائد تمہیں میری ان دعاؤں کی کوئی ضرورت بھی باقی نہیں رہی جنکا سہارا پہلے محسوس کیا تھا تم نے ـــ!

لو ــ ایک بات اور بھی یاد آگئی! انور صاحب

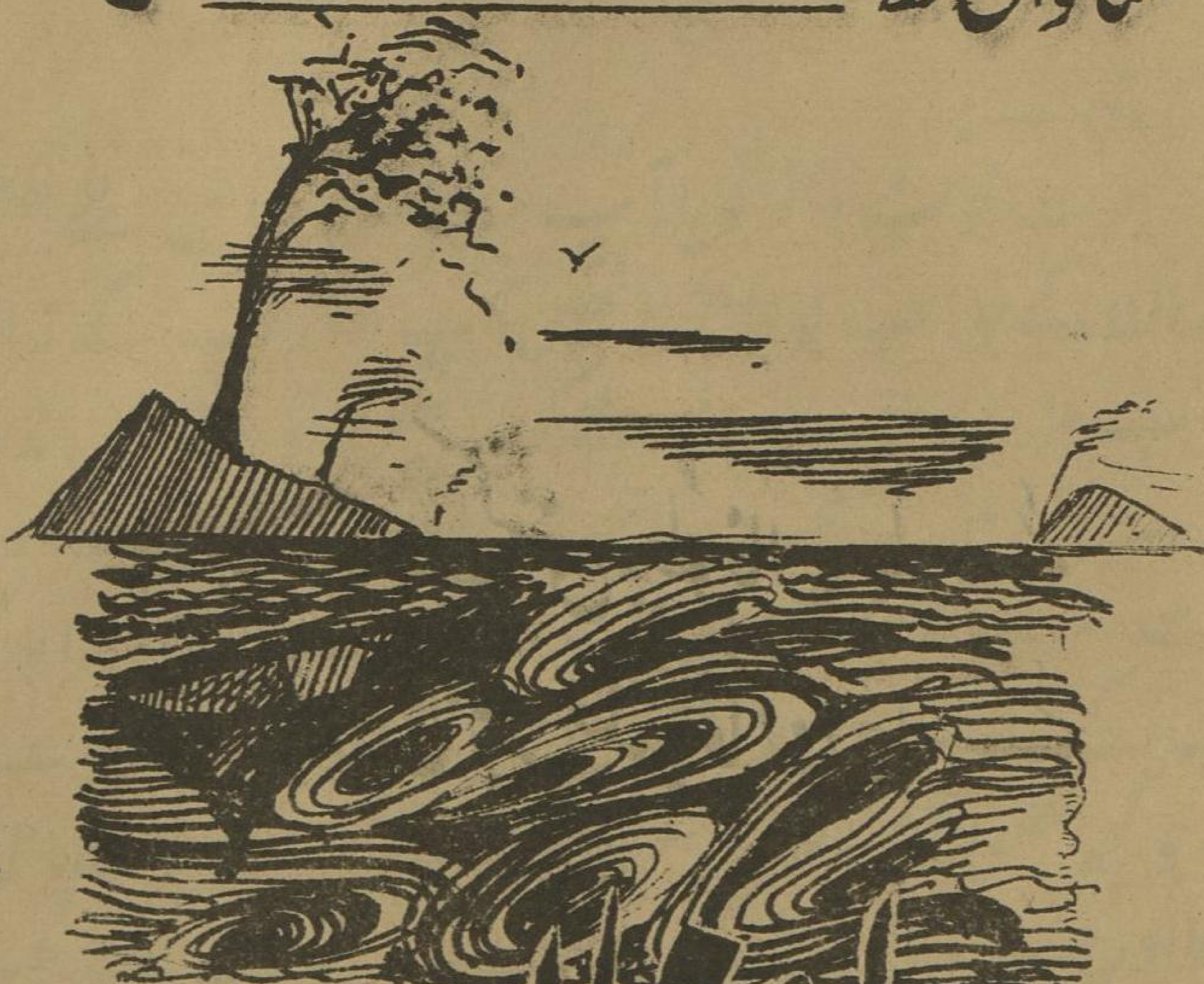
وکیل میرے بڑے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔۔ اور کبھی کبھی منہ کا مزا بدلنے کیلئے "چراغ جلنے کے بعد" ذرا چوک کیطرف نکل جایا کرتے ہیں یونہی۔۔ کسی بُری نیت سے نہیں! مطلب یہ کہ ان کے متعلق آجتک کسی کو شبہ بھی نہیں گذرا۔۔ کہ خدا نہ کرے۔۔

بہر حال اس دن آئے تھے۔۔ باتوں باتوں میں تمہارا ذکر نکل آیا۔۔ یقین مانو انہوں نے تو پوری ایک رومانی داستان سنا دی۔۔ کہ کس طرح وہ تمہاری میزبان بہن کے یہاں پہونچے پھر تھوڑی دیر میں تم آگئیں۔۔ رسمِ تعارف کے بعد ہی ان کی فرمائش پر تم نے ایک آدھ چیزیں بھی سُنا دیں پھڑکتی ہوئی۔۔! یہ قصّہ کیا ہے ذرا تفصیل سے لکھو۔۔ اور یہ بھی اطلاع دو کہ یہ "آتش کے جوان" ہونے سے پہلے کی کہانی ہے یا بعد کی۔۔ حالانکہ وہ تو اسی زمانہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں جب تم عاشق ہو چکی تھیں۔۔ بہر حال لکھو اور جلد لکھو۔۔

مضطرب ہوں کہ ماجرا کیا ہے۔

اچھا۔۔ خدا حافظ۔

ساتواں خط ———— ۷



"طوفان"

ہو غرقاب کشتی یہ طوفان جائے
مٹے دل کہیں جلد ہیجان جائے

جی ــــ!

بہت خوب! تو گویا آپ مجھے خطوط اس لئے لکھتی ہیں کہ ان کے جواب جو جائیں انھیں آپ اور آپ کے زاہد صاحب مزے لے لے کر پڑھیں اور لطف اندوز ہوں ــــ! یعنی میں یہ سمجھوں کہ میری اور آپ کی یہ خط و کتابت "نجی" نہ تھی بلکہ آپ کے ساتھ میں بھی زاہد کا یا آپ کے زاہد میرے "محرم راز" بنے ہوئے تھے! ــــ! آپ جو کچھ لکھتی تھیں وہ "سنسر" ہونے کے بعد میرے پاس آتا تھا اور میرے خطوط بھی اس وقت آپ کو ملتے تھے۔ جب "سنسر" کی منظوری حاصل کر لی جاتی تھی!

بُرا کیا مانتے زاہد ــــ میں نے کون سی گالیاں دی تھیں انہیں ــــ کیا لکھدیا تھا میں نے ــــ جو بگڑ جاتے! وہی سچّی اور سیدھی باتیں جو زاہد کے دل میں ہیں میرے قلم نے انھیں کو دُہرا دیا تو کونسا گناہ کیا! میرے خطوط پڑھکر ہنسے تو کیا ہوں گے۔ اپنی بدقسمتی پر آنسو بہائے ہوں گے ــــ!

کہ کاش! میں "انسانیت" کے جامے سے باہر نہ ہوا ہوتا تو ایک "زندگی" کے تباہ ہونے کی ذمہ داری میرے سر آتی ــــ! سوچتے ہوں گے تمہارے زاہد ــــ کہ لکھا تو اس نے سچ ہے! اس شخص کو نجوم یا رمل میں کچھ دخل ضرور معلوم ہوتا ہے ــــ ورنہ میرے دل کی باتیں کیسے معلوم کر لیتا ــــ! پھر ــــ پھر تمہارے گلے میں باہیں ڈال کر ــــ نگاہوں سے نگاہیں ملا کر ــــ تمہیں سمجھایا جاتا ہوگا ــــ کہ کیا تم کو یقین آ گیا ان باتوں پر ــــ اس زندگی میں میں نے تمہارے لئے ماں باپ، دوست، احباب، پڑھنا لکھنا سب کچھ چھوڑ دیا ــــ اب تمہیں بھی کھو دوں گا تو کہاں جاؤں گا ــــ بولو ــــ بولو ــــ کیا جھوٹ کہتا ہوں میں ــــ! کیا موت کے سوا ہم دونوں کو کوئی بھی طاقت جدا کر سکتی ہے ــــ؟

"موت" کے نام پر تم جھجک کر بگڑ جاتی ہوگی ــــ خدا نہ کرے نوج ــــ آپ کے دشمن ــــ اللہ ایسی باتیں کر کے میرا دل نہ کڑھائیے ــــ! میں اب آپ کی اور صرف آپ کی ہوں! چاہے زندہ رہنے دیجئے ــــ! یا اپنے ہاتھوں سے مٹا دیجئے ــــ!

وہ کہتے ہوں گے ــــ تمہیں اپنے قریب کھینچتے ہوئے روٹھ گئیں ــــ ایک ذرا سے مذاق میں! واہ واہ ــ "رُوٹھے"

بہار رہی ہو ـــ! اچھی کمال کر دیا تم نے! اگر مجھے اپنی ساحرہ ......! تم بدستور خفگی کا اظہار کر رہی ہو گی ـــ!

"ہٹیے! مجھے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں ـ بھاڑ میں جائیں یہ خط! جو اول فول منہ میں آتا ہے بکتے چلے جاتے ہیں آپ ـ!"

پر تھوڑی دیر کی اسی "بیت بازی" کے بعد دونوں یکجان دو قالب ہو جاتے ہوں گے ـ!

خیر! مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ تم نے میرے تمام خطوط زاہد کو دکھا دیئے! میں خوب سمجھتا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا ـــ تمہیں جو کچھ سمجھایا وہ لفظ بہ لفظ سچ تھا اور میرا ایمان ہے کہ وہی ہو کر رہیگا جو میں نے لکھا ہے ـ!

یہ خط بھی دکھا دینا زاہد کو ـــ اور غور سے ان کے چہرے کی طرف دیکھکر لکھنا کہ ان کی نگاہیں کیا کہہ رہی تھیں ـــ آنکھیں بھی انسان کی ایک زبان ہوتی ہیں ـــ جو لوگ زبان سے کچھ نہیں کہتے ـ ان کی نگاہیں سب کچھ کہدیتی ہیں ـ! مگر تم کیا سمجھوگی زاہد کی صورت دیکھکر ـ؟ تم تو کسی اور ہی دنیا میں پہنچ جاتی ہو ـــ! عشق کی دنیا میں! جہاں کسی کو کچھ دکھائی نہیں دیتا ـــ کہتے ہیں کہ "عشق اور انصاف" دونوں کی آنکھیں نہیں ہوتیں ـــ ممکن ہے

کسی زمانے میں انصاف اندھا ہی ہوتا ہو اور عشق بھی نابینا
۔ لیکن اس بیسویں صدی میں تو نہ انصاف اندھا کہا جا سکتا
ہے نہ عشق — بلکہ اب دو آنکھوں کی بجائے چار چار
آنکھیں ہیں ان کی — انصاف اس زمانے میں ان من
مانی کارروائیوں کا نام ہے جس سے انصاف کرنیوالے
کا مطلب پورا ہو سکے — اور عشق کرنیوالے بھی خوب
چھان بین کرنے کے بعد دل دیتے ہیں کہ کہیں دھوکا نہ
ہو جائے ۔! شکل و صورت کے علاوہ صرف محبت کرنے
کیلئے اس زمانے میں کیا کچھ دیکھنا نہیں پڑتا — کہاں پڑھتی
ہیں صاحبزادی — باپ کے پاس دولت بھی ہے کہ نہیں
پیانو بجا لیتی ہیں —! آواز میں سُریلا پن ہے کہ نہیں —!
سوسائٹی کی تہذیب اور رکھ رکھاؤ بھی جانتی ہیں یا —! ساڑھی
کا پلو سر پر کیوں رہتا ہے —! تو یہ — پاوڈر بھی لگانا نہیں آتا
اس لڑکی کو —! سُرخی تھوپی ہے کہ معاذاللہ —!

بس یوں سمجھ لو کہ آج کل محبت کرنے سے پہلے اسی
قسم کی باتیں غور سے دیکھی جاتی ہیں — اور شادی بیاہ کے
وقت تو نہ پوچھو! چھان بین کی انتہا کر دی جاتی ہے —
زندگی کا ساتھ سابقہ جو ٹھہرا —! صرف محبت کرنے کیلئے
— بار زیادہ سے زیادہ . کورٹ شپ . کی منزل تک ہو پہنچنے

کے لئے اس بیسویں صدی میں بہت ہی آنکھیں کھولکر چلنا پڑتا ہے۔ تب کہیں جا کر......!

ہاں! چلتے چلاتے ایک لطیفہ اور بھی سن لو۔!

تمہارے "بابو درگہ جی" کی "تھانیدارن صاحبہ" سُنا ہے کہ تھانے پہونچ گیئں۔! بلکہ تھانیداری کا چارج بھی لے لیا۔ اتفاق دیکھو تفتیش کے لئے پہلا مقدمہ خود "بابو درگہ جی" کا پیش ہو گیا۔ روزنامچہ عام اور روزنامچہ خاص کی جانچ پڑتال کر کے انہوں نے پورا مقدمہ نکالا تھا کہ.................. اچھا اب آپ کے رنگ دن بدن بگڑتے جا رہے ہیں...... مجھے چھ چھ مہینے کیلئے میکے میں ڈالکر آپ یہاں رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ ناچ رنگ کی محفلیں گرم کی جاتی ہیں۔ رنڈیوں اور بھڑوؤں کی دعوتوں پر پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے اور۔ اور......؟

جس طرح مچھلی کے بچوں میں "تیراکی" کے فن کی مہارت ایک قدرتی چیز ہوتی ہے بالکل اسی طرح ان "تھانیداروں" کی بیویوں میں تحقیق و تفتیش کا جذبہ بھی بالکل فطری چیز ہوتا ہے۔! یعنی جو ہنر تھانیدار صاحب کئی کئی سال کی ٹریننگ سے حاصل کرتے ہیں ان کی بیویاں بلا سیکھے سکھائے صرف نکاح ہوتے ہی اس کی ماہر ہو جاتی ہیں۔!

— اور اس قیامت کی تھانیدار ہوتی ہیں یہ جوروئیں — کہ اللہ تیری پناہ —!

تو خیر تمہارے "بابو درو گہ جی" بھی دھر لئے گئے — "دلِ خانہ خراب" کے ہاتھوں بیچارے گرفتار ہو گئے — ہوا یہ کہ تمہارے اور ان تھانیدار صاحب کے درمیان کئی ہفتے تک جو "عاشقانہ" خط و کتابت چلتی رہی تھی — وہ پکڑ لی گئی! "شریمتی جی" اور بہت سے واقعات تو گویا کہ "منہ زبانی" تھانے والوں سے سُن چکی تھیں — صرف تحریری ثبوت کی تلاش تھی سو وہ بھی مل گیا — بس کچھ نہ پوچھو — صاحبزادے کی وہ مرمت کی کہ ساری تھانیداری بھول گئے —! ہزاروں قسمیں کھائیں —! طرح طرح سے یقین دلایا — مگر وہ اللہ کی بندی — توبہ جو اسے یقین آتا! — سب سے زیادہ دلچسپ بات جو انہوں نے اپنی صفائی میں کہی تھی وہ بھی سُن لو! کہا انہوں نے اپنی شریمتی جی سے کہ یہ خط تو ساحرہ نے .... یعنی کہ "میرے نام" لکھے تھے جو غلطی سے میں ان کے یہاں بھول آیا —! لاحول ولا — کتنے جھوٹے اور مکار ہوتے ہیں! یہ پولیس والے! اس طرح جھوٹ کو سچ بنا دیتے ہیں جیسے دنیا میں "جھوٹ" کا وجود ہی نہیں —!

مجھے یہ سُن کر بڑی ہنسی آئی کہ "میں" ـــ اور "تم" ذرا سوچو تو کتنا بڑا جھوٹ ـــ بہتان اور پرفریب الزام ہے یہ ـــ! اگر کہیں تمہارے "انہوں" نے سُن لیا تو بیٹھے بٹھلائے سارا کھیل بگڑ جائیگا تمہارا ـــ بگڑ جائیں گے تمہارے زاہد ـــ رقابت کے جوش میں بُری طرح روٹھ کر تم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ناراض ہوجائینگے ـــ اور یہ خون تمہارے بابو دروگہ جی کی گردن پر ہوگا۔ جنھوں نے تمہارا بسا بسایا گھر اُجاڑ دیا ـــ گو کہ اِس گھر کا ایک دن "اُجڑنا" لازمی ہے ـــ! آج نہ سہی تو کل زاہد کو تم سے سیری ہوجائیگی ـــ جی بھر جائیگا۔ "محبت" پر "تلوّن" غالب آجائے گا ـــ اور اس کا انجام وہی ہوگا جو میں تمہیں بارہا لکھ چکا ہوں ـــ!

کتنا دلچسپ منظر ہوگا وہ بھی جب "تمہارے خطوط" گرفتار کئے گئے ہوں گے ـــ اور ایک دن جب کسی قتل کے مقدمہ کی تفتیش سے گھبرائے ہوئے "بابو دروگہ جی" واپس آئے ہوں گے! اچانک ان کے سامنے یہ خطوط رکھدیئے گئے ہوں گے ـــ!

"یہ خطوط کس کے ہیں ـــ"!

کہاں سے آئے ہیں ـــ!

کس لئے لکھے گئے "

"یہ ساحرہ..... حرامزادی۔ حرافہ۔ کٹنی۔ مال زادی کون ہے۔؟ ہزاروں اسی قسم کے اچانک سوالات سے داروغہ جی کا مزاج درست ہو گیا ہو گا۔ ایک دم سے بوکھلا گئے ہوں گے! طرح طرح کے جھوٹ بٹنے کی کوشش کی ہو گی۔!

"میں کہتا ہوں۔ کہ! اجی تم بھی کتنی شکّی قسم کی عورت ہو۔"

"ہم تھانیداروں کے پاس اس سے بھی زیادہ بُرے بُرے خطوط آتے ہیں۔! جنہیں اگر تم دیکھ لو تو شاید۔ !.........

"ارے بھئی۔ یہ رنڈی بیچاری۔ اس پر ایک نہایت سنگین قسم کا مقدمہ تھا۔ اس سلسلہ کے یہ خطوط ہیں۔"!

بھلا تھانیدارن صاحبہ کہاں ان جھانسوں میں آنے والی یقیناً انہوں نے "جرح" اور "جرح مزید" شروع کر دی ہو گی۔!

"جی ہاں! یہ مقدمہ کے خطوط ہیں۔ تو آپ نے انہیں سوٹ کیس میں بند کر کے کیوں رکھا۔ کچہری میں

کیوں نہ داخل کر دیئے یہ خط ـــــ!!

"مگر میں کہتی ہوں یہ خط آپ کو کیوں لکھے اس نے ......! اور ـــــ اور...... پھر بیگم صاحبہ نے تمہارے خطوط سے "حوالے" دینے کیلئے بارگی ہاری پڑھنا شروع کیا ہوگا انہیں ـــــ!

"میرے پیارے .... جان و دل کے مالک ....!

اگر آپ سچ مچ مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ مجھ سے ...... محبت کر سکیں ....! کیونکہ میں بدنصیب ایک رنڈی ہوں بدقسمت بیسوا ـــــ! جسے مقدر کے ہیر پھیر نے کیا سے کیا سے بنا دیا ہے۔! تو خدا کیلئے گولی مار دیجئے مجھے ـــــ گلا گھونٹ دیجئے میرا ـــــ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیجئے مجھکو مگر للہ سسکا سسکا کر نہ ماریئے! تڑپا تڑپا کر ظلم نہ کیجئے۔! بس ایک دفعہ فیصلہ کر دیجئے جو روز روز کا قصہ پاک ہو جائے .... ـــــ!

پڑھتے پڑھتے بیگم صاحبہ ساون بھادوں کی طرح امنڈ پڑی ہوں گی ـــــ! اور بیچارے "داروغہ جی" نے سٹ پٹا کر کہدیا ہوگا ـــــ!

"نہیں بیگم! تمہاری جان کی قسم ـــــ تمہارے سر عزیز کی قسم ـــــ یقین نہیں آتا تمہیں! یہ خطوط دراصل ساحرہ

نے ...... ان کو ...... وہ جو میرے دوست ہیں نا ......
صاحب انہیں لکھے تھے۔ وہ انہیں "دروغہ صاحب" کہتی ہے۔ ایمان سے کہتا ہوں انہیں سے اس کا "رومان" لڑ رہا ہے آج کل.... ورنہ۔ ورنہ تم جانتی ہو کہ جس دل میں تمہارے جلوے جگمگا رہے ہوں وہاں کسی دوسرے کی گنجائش ہی کہاں ہے!

"تھانیدارن صاحبہ" کے چہرے پر فتح و کامرانی کی ایک لہر دوڑ گئی ہوگی، مسکرا کر انہوں نے "دروغہ جی" کے سینے پر اپنا سر رکھ دیا ہوگا۔ اور بس۔! اب تمہیں بتاؤ کہ جب یہ "صورت حال" پیدا ہو گئی ہو۔ تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے تھوڑی دیر کے لئے مجھ پر اور تم پر ایک بہتان تراش دیا تو ہرج ہی کیا۔ تمہیں یا تمہارے "ان کو" اگر اس پر کوئی اعتراض ہو تو اور بات ہے۔!

بہرحال اگر تمہیں غصہ بھی آجائیگا تو بھی "تھانیدارن صاحبہ" کی اس حماقت پر مسکرا ضرور دوگی۔ کیونکہ باوجود "گرہستن" بنجانے کے ہنوز ان "احمق قسم" کی عورتوں پر تمہیں ہنسی ضرور آتی ہوگی فی الحال۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ "یہ بیوقوف عورتیں" ایک لمحے کیلئے بھی "مردوں کی نفسیات" کو نہیں سمجھ سکتیں۔ جب تمہاری جیسی آزمودہ کار "رنڈی" دھوکا

کھا گئی تو ان کا ذکر ہی فضول ۔۔۔ بہت سہمے ہوئے الفاظ میں تم نے "انور صاحب" کا ذکر کیا ۔۔۔ کیوں! خیر تو ہے ۔۔۔!
"جی ہاں! آئے تھے بڑی ضد کی! باجی نے کہا ایک آدھ فلمی چیز سُنا دو میں نے سُنا دی ۔۔۔!!"

تو پھر اس میں ڈرنے کی کون بات تھی جو اس نے سہمے ہوئے الفاظ میں لکھا ۔۔۔ ڈرتے ڈرتے ایک جھجھک کیسا تھا! ارے بھئی میں نے اپنے خط میں تم پر کوئی الزام تو لگایا نہیں تھا ۔۔۔ کہ خدا نہ کرے کچھ اس سے زیادہ نوبت بھی آئی تھی ۔۔۔ نہ انور صاحب نے کچھ اس سے زیادہ ارشاد فرمایا تھا ۔۔۔!

اب رہا ان کے "اہلِ دل" ہونے کا معاملہ ۔۔۔ تو کون سی چوری ہے اس میں۔ مرد جو ٹھہرے جوان بھی ہیں ماشاء اللہ اور وکیل بھی ۔۔۔ یعنی تمہارے زاہد کی طرح ناکام وکیل نہیں بلکہ ایک کامیاب وکیل ۔۔۔ سیکڑوں روپیہ مہینہ کماتے ہیں اور روزانہ رات کی گاڑی سے لکھنؤ پہنچ جاتے ہیں۔ صبح ہوتے ہوتے پھر اپنے گھر واپس!

بالفرض اگر اس سے زیادہ بھی کچھ ہو گیا ہوتا "باجی" کی ضد ہی سہی تو ہرج ہی کیا تھا ۔۔۔ حالانکہ

مجھے یقین ہے کہ .... اخیر اب اجازت دو! بلا وجہ اتنا لکھ ڈالا ــــــ ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارے زاہد نہ دیکھ لیں ورنہ ــــــ!!

....

آٹھواں خط ———————— ۸

”یہی انجام ہونا تھا“

فریبِ زندگی کو ایک دن ناکام ہونا تھا
اس آغازِ محبّت کا یہی انجام ہونا تھا

آپ ـــ کون ہیں آپ! کہاں سے بول رہی ہیں
آپ ـــ؟ ساحرہ! کیا کہا! ساحرہ! معاف کیجئے گا آپ کو
غلط فہمی ہوئی ہے غالباً ـــ کس کو مخاطب کر رہی ہیں آپ
ـــ! مجھے! یعنی کہ میں! سخت تعجب! حیرت!ـــ مگر میں تو
کسی بھی ساحرہ سے واقف نہیں ـــ اچھا بیگم زاہد ـــ ہاں
ہاں یاد آگیا ـــ جی ہاں کوئی سال بھر اُدھر کی بات ہے! بالکل
ٹھیک! جی ـــ جی! معاف کیجئے گا ـ میں ذرا کچھ بیمار رہا ـــ!
بھول جانے کا مرض سا ہو گیا ہے ان دنوں ـــ!!
یاد فرمانے کی زحمت کیسے گوارا فرمائی ـــ اوہ ـ
یوں کہئے کوٹھا ۱۵ چوک ......! شائد غلطی سے چوک
کا پتہ لکھ گیئں ـــ میں تو سمجھا تھا "زاہد ویلا".....، سے تحریر کیا
گیا ہے یہ خط ـ مگر ـــ مگر ـ صاف تو پڑھا جا سکتا ہے ـ کوٹھا ۱۵
چوک ....!!
جینے سے بیزاری ـــ موت نہیں آتی ـــ اور ـــ اور

کیا مطلب ہے آپ کا! کچھ مجھے ارشاد فرما رہی ہیں آپ!! خیر! پروردگارِ عالم آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے دلی مقاصد پورے ہوں —! آمین! ثم آمین!۔

"زندگی تلخ کامیوں کا نام ہے! اس دنیا میں سوائے رنج والم کے رکھا ہی کیا ہے —؟" یہ تو آپ عجیب وغریب باتیں لکھ رہی ہیں آج — میں تو آج تک یہی سمجھتا تھا کہ زندگی تلخ کامیوں کا نام نہیں — دنیا میں رنج ومصائب کے علاوہ عیش وعشرت بھی موجود ہے — لیکن آپ کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ دراصل ایسا نہیں ہے —!

تو — یوں سمجھوں میں کہ آپ ایک زمانے کے بعد "میکے" تشریف لے گئی ہیں —! اس دیس جہاں بچپن بتایا — جوانی گنوائی — وہیں نا —! بہت دنوں کے بعد جانا ہوا! سچ ہے گھر گرہستی کے دھندوں میں پڑکر گھر بار والیوں کو چھٹی ہی کہاں ملتی ہے، پھر بڑے گھر کی بہو بیٹیاں —! اللہ رکھے آٹھ نو بجے سو کر اٹھیں —! ضروریات سے فراغت کی — ہاتھ منہ دھویا — صاحب کے کچہری جانیکا وقت آگیا اتنے میں! اے لو — پہلا ہی مقدمہ چیف صاحب کے یہاں لگا ہے —! سارا دن کی بک بک، جھک جھک،! نوج ان نوکروں پر کسی کی زندگی

رہ جائے۔ بھوکوں ہی مار ڈالیں۔۔۔ وکالت! یہ پیشہ بھی کتنا بُرا ہے! چوٹی کا پسینہ جب ایڑی میں آجاتا ہے تب کہیں جاکر چار پیسے نصیب ہوتے ہیں! اللہ تیری پناہ! کیسوں سے ساتھ سابقہ پڑا ہے! دشمنوں کی جان ہلکان ہو جاتی ہے دن بھر۔۔! سانس لینے کی مہلت نہیں ملتی۔۔۔ کچہری سے آئے تو موکّل گھر بیٹھے۔۔۔ کلب تک جانا مصیبت کر دیتے ہیں۔۔۔!!

یہ زندگی کا بھرم جال چھوڑ کر کیسے موقع ملتا ہے کہ دو دن کے لئے میکے جائے! سکھی سہیلیاں کہتی ہوں گی کہ بیگم صاحب کے مزاج کا ہیکواب ملیں گے۔۔۔ لیکن دکھیاری بیگم کرے تو کیا کرے۔۔؟ ایک ذراسی غفلت میں لاکھ کا گھر خاک ہو جاتا ہے۔۔۔!!

بارے۔۔۔ یہی سب سوچ کر۔ میکے، کی گلیوں میں بھول پڑیں۔۔۔ صاحب بھی ساتھ ہی ہوں گے۔ سالیوں اور انکی سہیلیوں میں دن کٹ رہے ہوں گے!!

ہئے۔۔۔ ہئے۔ چہ۔۔۔ چہ۔۔۔ چہ! انا للہ وانا علیہ۔۔۔۔۔۔ کب مر گئے وکیل صاحب! خدا غریق رحمت کرے بڑے اچھّے آدمی تھے۔۔۔ شریف۔۔۔ نیک۔۔۔ بیمار کیا تھے۔۔؟ کتنے دنوں پڑے رہے! علاج۔۔۔۔!

کیا کہا —! گویا یہ میرے لئے مر گئے ۔ ! ان کی جان سے دُور! یہ کون سا مرض ہے! " گویا میرے لئے مر گئے ۔! میرے لئے — گویا کہ —! شائد گردن توڑ بخار قسم کی بیماری ہے یہ بھی کوئی — جو انسان جیتے جی — ایک دوسرے کے لئے اکثر مر جایا کرتا ہے — اُف یہ جوانی تمہاری! یہ کم سنی! یہ عشق — یہ والہانہ محبّت اور زندہ جاوید "بیوگی" الٰہی توبہ! خدا دشمن کو بھی یہ بُرا دن نہ دکھائے! — مجھے — مجھے آپ سے اور آپ کے "اُن" وکالت پلٹ "زاہد سے سخت اور فوراً ہمدردی ہے! پروردگار صبرِ جمیل عطا فرمائے آپ دونوں کو —!

واقعی یہ مرد — بڑے ہی بیوفا ہوتے ہیں! اتنے بیوفا کہ بس کچھ نہ پوچھیئے —! محبت کرتے ہیں بالکل سچی! مگر جیب وکالت نہیں چلتی تو بس — زبانی نکاح بھی کر لیتے ہیں — کرایہ پر مکان لیکر "بیگم" بھی بنا لیتے ہیں — اور پھر دو بول نکاح کے بھی نہیں پڑھواتے! ہفتوں نہیں مہینوں! مہینوں نہیں بلکہ برسوں کسی کی زندگی سے کھیل کر — نوجوانوں سے مسکرا کر آنکھیں پھیر لیتے ہیں طوطے کی طرح —!!

"نکاح" بھی سچ مچ! ایک خوبصورت فریب کا

رنگین سماجی مجلسی نام ہے! — یہ مرد جب دیکھتے ہیں کہ اب عورت دسترس سے باہر ہوئی جا رہی ہے! یا بالفاظِ دیگر بُری طرح پیچھے پڑ رہی ہے — تو وہ کہدیا کرتا ہے — کہ "نکاح" حالاں کہ قابو پا سکنے کے بعد اس کے ذہن میں بھی بھولکر کبھی "نکاح" کا تخیلّ جگہ نہیں پاتا — اور اُس عورت سے جو دراصل عورت بھی نہ ہو بلکہ محض ایک رنڈی "نکاح" کا وعدہ کرتے وقت مرد زیادہ تر آنکھیں میچ لیا کرتا ہے! — کیا بُرا کیا —؟ زاہد نے اگر سال بھر تک "نکاح" کے فرائض ادا کرنے کے بعد بھی نکاح نہیں کیا! اصل مطلب تو آم کھانے سے تھا نہ کہ پتّیاں گننا —!!

جی ہاں! بجا ارشاد ہے! یہ مرد پیشہ ور رنڈیوں سے بھی زیادہ مطلبی — خود غرض — اور — اور کمینے ہوتے ہیں — جنہیں اپنی آنکھ کا شہتیر تو نظر نہیں آتا — مگر دوسرے کی آنکھ کا تنکا کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے —!

ماشاء اللہ! سبحان اللہ —! کیسی عجیب و غریب باتیں آپ بیان فرما رہی ہیں آج —! قربان جائیے اس زود فہمی کے — صبح کا بھولا اگر شام تک واپس آ جائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے! صرف سال ہی بھر میں دنیا جہان کے مرد ظالم! بیوفا اور کمینے سب کچھ ہو گئے! پیشہ ور

رنڈیوں سے بھی زیادہ ذلیل! جو جھوٹی محبت کے رنگ رچاتے رچاتے اتنی دلیر ہوگئی ہیں کہ اب خدا کے فضل وکرم سے عشق کے میدان میں بھی کود پڑتی ہیں ـــــ بلا روک ٹوک ـــــ مردوں کی دولت اور شرافت سے کھیلتے کھیلتے جنہیں اب نوخیز و ناتجربہ کار "لونڈوں" کے مستقبل برباد کرنے میں بھی جھجھک محسوس نہیں ہوتی! جنہیں اس بیسویں صدی میں یہ بھی شرم نہیں آتی کہ محبت اور الفت کا ناٹک شریفوں کے گھروں کی چار دیواری میں کھیل کر اس خاندان کی عزّت و حرمت برباد نہ کریں ـــــ جو ایک منٹ کے لئے بھی یہ نہیں سوچتیں کہ پاؤڈر اور "لپ اسٹک" کا "میک اپ" کسی شریف کے گھر کو روشن و منوّر نہیں کر سکتا ـــــ! جو چاہتی ہیں کہ ـــــ شریف نوجوان لڑکیوں سے ان کا تمام حق چھین لیں ـــــ جس کے سہارے ان کے "کنوار پن" کی ناؤ بیس بیس سال تک ہچکولے کھایا کرتی ہے ـــــ اپنا الّو سیدھا کرنے کیلئے انہیں کبھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ ان نوخیز نوجوانوں کے ماں باپ نے اپنی زندگی ان نوجوانوں کے مستقبل سنوارنے میں بگاڑ دی ہے اور ان کے شاندار مستقبل میں ان کا بھی کوئی حق و حصہ ہے ـــــ!

عشق اور محبت کا نام ڈبونے والی ساحرہ ـــــ!

آخر کیوں تو نے یہ سمجھ لیا تھا کہ زاہد ــــ! وہ ناسمجھ نوجوان جس کی زندگی کی نکلتی ہوئی کونپل تو نے گھونٹ دی تھی ــــ کبھی بھی یہ نہ سمجھ سکیگا کہ رنڈی محبت کا فریب بھی دے سکتی ہے، پریم کا جل بھی آتا ہے اسے! ــــ وہ صرف اس لئے اُس سے محبت کرتی ہے کہ جب آنیوالے زمانہ میں وہ اپنی زندگی کیلئے ایک بہت اونچا محل بنائے گا ــــ تو اس میں ایک وفا شعار اور اطاعت گذار بیوی کی بجائے اسے ایک بیسوا آباد کرنا پڑے گی ــــ ایک رنڈی بسانا پڑے گی اس گھر میں اُسے! جہاں ایک بوڑھا باپ اور ضعیف ماں کو اپنی زندگی کے آخری ایّام سکون و اطمینان کے ساتھ گذارنا چاہیئے ــــ میں پوچھتا ہوں کہ ایسا کیوں سوچا تھا تو نے ــــ؟ یہ غلط فہمی تجھے کیوں ہو گئی تھی آخر ــــ! کہ نوجوان ہمیشہ ایک البیلا نوجوان ہی رہے گا ــــ! اور کبھی بھی جوان نہو سکیگا! قیامت تک اسے عقل نہ آئے گی اور اس فریب کا رانہ محبت کا جواب ہمیشہ والہانہ انداز سے دیتا رہیگا تجھے ــــ!

بڑی پرانی کہاوت ہے کہ جو دوسرے کے لئے کنواں کھودتا ہے پہلے خود ہی گر پڑتا ہے اس کنوئیں میں ــــ! تم نے جس جھوٹی محبّت کا اندھا کنواں ایک ناسمجھ اور

ناعاقبت اندیش نوجوان کیلئے کھودا تھا ـــ اس کی گہرائیوں کی مقناطیسی کشش نے خود تمہیں لے ڈوبا ـــ ! تم دوسرے کے گھر کو اُجاڑ کر اپنا گھر بسانا چاہتی تھیں ـــ لیکن خود تمہاری دوکان اُجڑ گئی ـــ اب رونا کاہیکا ـــ !

" خود کردہ را علاجے نیست " !

زاہد نے کیا بیوفائی کی تمہارے ساتھ ـــ یہی نا ـــ ! کہ تمہارے محبت کے فریب میں آکر نکاح نہیں کیا ـــ ! تو بھی تمہاری جھوٹی محبت کا جواب دینے کے لئے اُسے کتنی بڑی قیمت ادا کرنا پڑی ـــ ! کبھی اس کا بھی اندازہ کیا تم نے ! ماں باپ کی نافرمانی ـــ ترکِ تعلیم ـــ سوسائٹی کی نگاہوں سے گر جانا ـــ پیسہ پیسہ کی محتاجی ـــ ! کیا اتنا ہونے پر بھی تمہاری پیاس نہ بجھ سکی ـــ ساری دنیا کی نگاہوں سے گرا کر بھی تم اپنی نام نہاد محبّت کی قیمت وصول نہ کر پائیں ! تعلیم کی بھینٹ لیکر بھی تمہاری جھوٹی محبت کے دیوتا کی تسکین نہیں ہوئی ـــ سال بھر تک در بدر ٹھوکریں کھلا کر بھی چین نہ ملا تمہیں ـــ کیا ابھی کچھ اور باقی ہے تمہارے نزدیک ـــ !

محبت ، محبت ، محبت ، پڑھا ہوگا تم نے عشقیہ ناولوں میں کہ محبت دلوں کو جیتنے کی ایک کنجی ہوتی ہے

محبت سے انسان بڑے بڑے آہنی قلعے فتح کر لیتا ہے — اور محبت زندگی کی آخری فتح کا نام ہے — اور اگر کوئی دن رات محبت، محبت، عشق عشق پکارا کرے تو اس کی جیت سو فیصدی — !

محبت کا نام لیکر تم جو جیت جیتنے کی کوشش کر رہی تھیں وہ ہار گئیں — اس لئے کہ وہ محبت کی جیت نہیں تھی، عشق کی فتح نہیں تھی — ! تم خوش ذائقہ اور مرغن غذائیں چھوڑ کر صرف انگور، سیب اور سنگتروں پر زندگی کاٹ دینے کی مجاہدانہ قربانی پیش کر کے یہ دکھانا چاہتی تھیں، پر تم ایثار کی دیوی ہو — محبت کی دیوی ہو اور — اور — ! کتنی بڑا ایثار کیا تھا تم نے ! نہ پوچھو چوک ! کے عالیشان نگار خانوں سے ہجرت کر کے "زاہد ویلا" بسانے کیلئے ! — سیکڑوں شرابی اور بدمعاش تماش بینوں کو ٹھکرا کر صرف ایک ایسے نوجوان پر قناعت کرنے کی کوشش کی — جو اگر تمہاری زلف کے پھندوں میں دیوانہ وار نہ پھنس جاتا — تو تھوڑے ہی دنوں کے بعد ایک لائق "قانون دان" بن سکتا تھا، ایسا ہی وکیل — جو وکیل سے — لیڈر تک ہو جاتا ہے — !!

یعنی ـــــ محض سماج اور سوسایٹی کی گردن پر تم نے کُند چھری نہیں پھیری ـــــ بلکہ ملک و قوم کو اپنی ابروئے خمدار سے ذبح کیا ـــــ وطن کیساتھ غداری کی تم نے ـــــ قوم سے بغاوت کی تم نے! آزادی کا گلا گھونٹ دیا ـــــ ہندوستان کو غلامی کی آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا تم نے ـــــ اگر تم اس نوجوان کو محبت کا فریب دیکر اس کی "آشا جیون" کے دیئے بجھا نہ دیتیں ـــــ تو کیا جانے قوم کی قسمت اسے کیا بنا دیتی!! کیا جانے اس کی ہونہار زندگی کامیابی کی کون کون سی منزلیں طے کر لیتی ـــــ اور وہ اپنے ماں باپ اور ملک و قوم کے لئے کیا کچھ ثابت نہ ہوتا ـــــ!

رنڈی کی محبت کی زندگی ہی کیا ـــــ چند منٹ ـــــ! یا چند گھنٹے! ممکن ہے کچھ ہفتے اور مہینے تک نبھ جائے! میں نے تمہاری اس محبت کی عمر بھی زیادہ سے زیادہ چھ مہینے خیال کی تھی بلکہ چھ مہینے سے بھی کم ـــــ مگر زاہد نے تو قریب سال بھر تک نبھایا اس جھوٹی محبت کو ـــــ پورے تین سو ساٹھ دن! اگر گھنٹوں کا حساب لگایا جائے تو ہزاروں گھنٹے! ایسے قیمتی لمحات کہ جن کی قیمت کا اندازہ جانے کہاں تک

پہونچ جائے گا ۔۔۔! ۔۔۔ اور اس نقصان کا بدل تمہاری وہ کم قیمت مسکراہٹ! جو ہر معمولی سے معمولی انسان چند سکّے ادا کے حاصل کر سکتا تھا ۔۔۔ اور کر سکتا ہے ۔۔!

تمہارے اس خط کے حرفوں پر کئی جگہ ”آنسو جیسی“ کوئی چیز ٹپکی ہوئی نظر آئی ۔۔۔ آنسو ہی ہوں گے غالباً! وہ آنسو جو تم نے اس خط پر اس لئے قصداً گرا دیئے ہیں کہ خط پڑھنے والے کا دل پسیج جائے تمہاری طرف سے ۔۔۔ اور اُسی تمہاری جھوٹی چاہت کے سچے ہونیکا یقین آ جائے! ۔۔۔ لیکن تمہارے یہ آنسو تو زاہد کی نوجوانی بہانے والا ایک سیلاب ثابت ہو سکتے تھے ویسا ہی سیلاب جس کی رَو میں تم اس ناتجربہ کار کو بہا لیگئی تھیں ۔۔۔ اس دنیا سے کوسوں دور ۔۔۔ بہت دور ۔۔۔ جہاں صرف پریم ہی پریم نظر آ رہا تھا اُسے ۔!!

اپنی شکست کا اعتراف ہے تمہیں ۔۔۔ اپنی ”بھول“ کا پچھتاوا ہے تمہیں ۔! اپنی غلطیاں تسلیم ہیں تمہیں ۔۔۔! کیوں! کیا ہوا آخر ۔۔۔ کیا ”رنڈیاں“ ”بھول“ بھی کر سکتی ہیں کبھی ۔۔۔؟ غلطیاں بھی ممکن ہیں ان سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ انوکھے راگ کیوں الاپ رہی ہو ۔۔۔!

میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ تم سے بھول ہو ہی نہیں سکتی۔!
یہ اور بات ہے کہ تم نے ایک نشانے کو تاکا تھا وہ خطا کر گیا۔
مگر یہ غلطی تو غلطی نہیں کہی جا سکتی!

تیر اسی کا خطا کرتا ہے جو تیر اندازی کا ماہر ہوتا ہے
لیکن جس نے کبھی کمان کو ہاتھ ہی نہیں لگایا۔ اس کے تیر کیا
خطا کریں گے۔! "بھول" کرتے تمہارے دشمن۔!
خطاوار ہوں تمہارا بُرا چاہنے والے۔ فضول اس
قسم کی باتیں کر کے اپنا دل کُڑھا رہی ہو! جو ہونا تھا ہو
چکا۔ جو گذرنی تھی بیت چکی! گئی چیز کا افسوس ہی کیا۔!
گذری ہوئی باتوں کا خیال بیکار ہے! سوائے اس
کے کہ "ان کی جان سے دور"! "سدا سُہاگن بنکر جنم" زندگی کا
سہاگ اُجاڑ لو! اس کے سوا چارہ ہی کیا۔!

تمہارے لئے اب صرف "دو ہی راستے ہیں۔!
ایک وہی پہلے والی دنیا۔ جہاں سے آئی تھیں چپ
چاپ اُسی طرف لوٹ جاؤ۔ اور گرایہ کا ایک
کوٹھا لیکر از سر نو پھر دکان جمانے کی کوشش کرو!
دوسری صورت یہ ہے کہ اس مطلبی دنیا کو "تج" کر
ہمالیہ کی چوٹیوں پر جا کر "تیاگ" لے لو! فی الحال

اس کے سوا ہو ہی کیا سکتا ہے ــــ؟

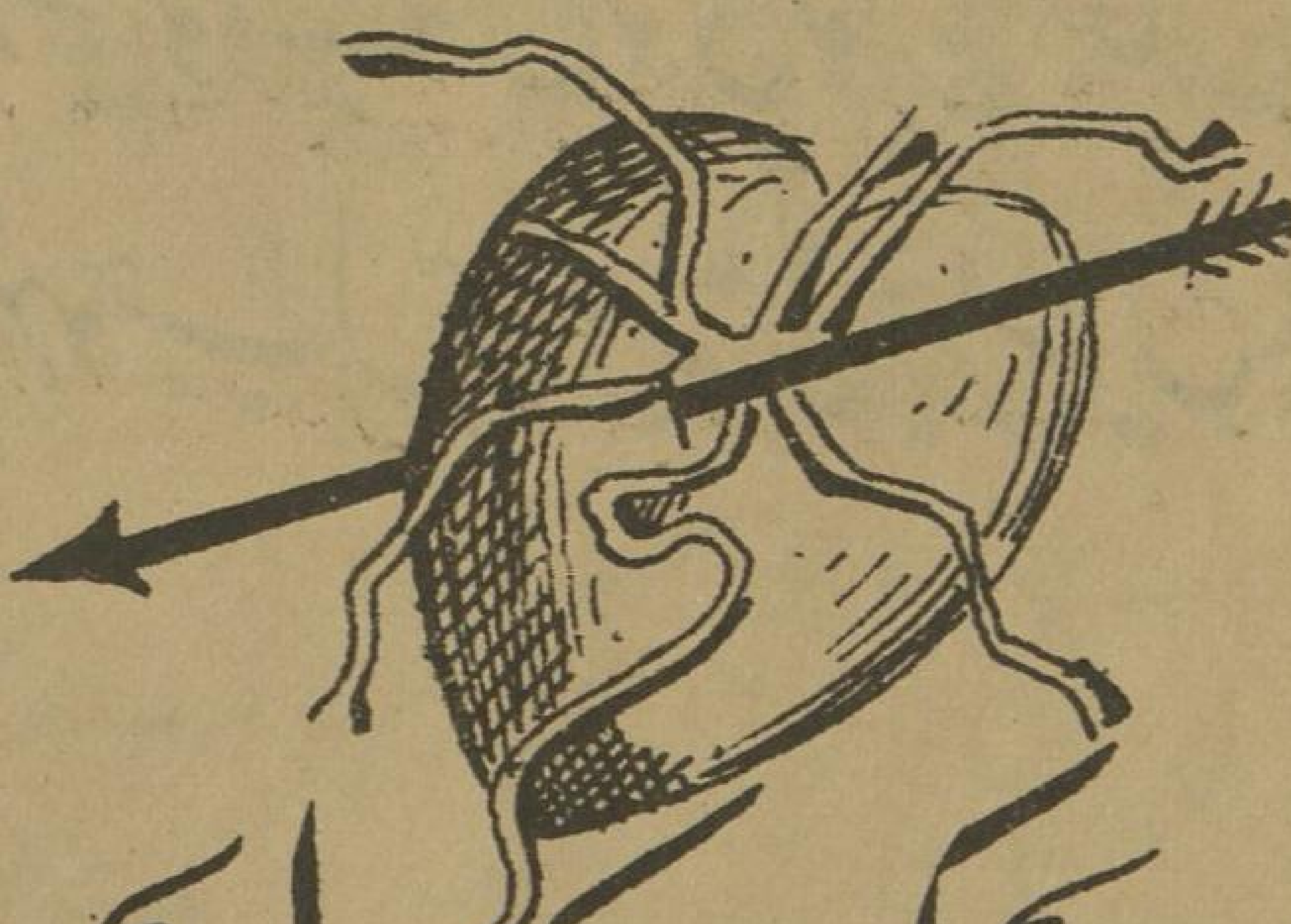
انسان کی زندگی از سرتا پا گناہوں کا کفّارہ ہے چاہیئے وہ اگلے جنم کی کرنی ہو یا اسی زندگی کے اعمال ــ خمیازہ بھگتنا ہی پڑتا ہے! ہنسکر یا رو کر جیسے بھی بنے کاٹنی ہی پڑتی ہے یہ زندگی ــ!

"انور صاحب آئے تھے" اور وہ بیچارہ نواب بھی ــــ! کیا محفلِ رسمِ تعزیت ادا کرنے کے لئے زحمت فرمائی تھی کہ کچھ کہہ بھی رہے تھے ــ؟ لیکن میں نے تو تمہیں پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ انور صاحب بس ایک وکیل ہیں ــــ بڑے رند پاکباز! کبھی کبھار جو چوک کی طرف بھول پڑتے ہیں تو اس کے معنی یہ نہ سمجھنا کہ خاکم بدہن کسی اور نیّت سے ادھر جاتے ہیں ــ! ٹھمریاں، دادرے اور خیال کے ساتھ ساتھ صرف فلمی گانوں کا تھوڑا سا شوق ہے وہ بھی نئی فلمیں ـــ ایکٹنگ کے کمالات کے ساتھ! ورنہ وہ اور تم ـــ توبہ کرو توبہ ــــ!

"نواب بیچارہ" سوائے ہمدردی کے اور کر ہی کیا سکتا تھا ــ مگر کاہیکو تمہیں اس کی "انسانیّت" کی قدر ہوگی! عاشق جو ٹھہرا تمہارا ــ "لادی" اور "لے دی" والا مضمون ہے، "زاہد" کو تم خود محبت کا جام پلانے گئیں تھیں

اس نے ٹھکرا دیا ۔۔۔ اور اس بُری طرح ٹھکرایا کہ تمہارے
ہاتھ سے گر گر بلوریں شیشہ بھی چُور چُور ہو گیا ۔۔۔!
اور یہ غریب تمہارے در پر خود محبت کی بھیک مانگنے
آیا تھا اسے تم نے حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا ۔۔۔ جھڑک دیا
اور اس کے کاسۂ محبت کو ٹھوکر مار کر پاش پاش کر دیا
۔۔۔ مرد دونوں تھے مگر فرق تھا تو اتنا کہ زاہد کی مخمور نگاہوں
نے تمہیں مسحور کر لیا تھا اور تمہاری شربتی آنکھیں نواب
کے سینے میں اُتر گئی تھیں ۔۔۔!
کبھی ناؤ لڑھے پر ہوتی ہے اور کبھی لڑھا ناؤ پر ۔۔۔
ہرج ہی کیا ہے ۔ اگر نواب کی دبی ہوئی تمنائیں پوری کر دو
اس کے من مندر کے دیئے جلا دو ۔۔۔ سپنوں کی ویران دنیا
میں ایک دیپک راگ چھیڑ دو جس کی جھنکار زندگی کا ایک
نیا افسانہ بن جائے ۔۔۔! وہ تمہارے " بابو دروگہ جی " نہیں آئے
پرساد دینے کیلئے !۔۔ کیوں ؟ کیا انہیں تمہارے آنے کی
اطلاع اب تک نہیں ہوئی ! یا خدا نہ کرے کچھ رُوٹھ
گئے ہیں ۔۔۔ خیر ہو گا ! اس وقت تمہاری قسمت ہی تم
سے روٹھی ہوئی ہے ان کی شکایت ہی کیا !۔۔۔

نواں خط ——— ۹



کِسی کو دیجے دِل

کسی کو دیکے دل کوئی نواسنجِ فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینہ میں تو پھر مُنہ میں زباں کیوں ہو

یہ کیوں ---؟

آپ بمبئی کیوں تشریف لیجانا چاہتی ہیں ---!

صرف اس لیئے کہ آپ کا دل ان عشق زاروں سے گھبرا گیا ہے یا فلمی جنجال میں پھنسکر "عزت و آبرو" کیساتھ باقیماندہ زندگی گذارنی مقصود ہے ---!!

.... یعنی یہ کہ "آپ کا جی" اور بس! خیال تو اچھا ہے --- ہر ناکام محبت کا دل ایک بلوّریں شیشے کی مانند ہوتا ہے --- بہت ہی سخت بھی اور حد درجہ نرم بھی بالکل ناریل کی طرح "بھیتر سے نرم باہر سے سخت" ---! صدمے اُٹھاتے اُٹھاتے! ناکامیوں سے دوچار ہوتے ہوتے موم کی خاصیّت اختیار کر لیتا ہے اور ذراسی ٹھیس لگنے پر چکنا چور ہو جانیکا ڈر لگا رہتا ہے ---! اسی لیئے شائد تم بمبئی جانا چاہتی ہو کہ "فلم زار" بمبئی کی "رومان آفرینیوں" سے قریب ہو کر اپنا غم غلط کر سکو --- اور بار بار یہ کہنا نہ پڑے!

کہ گھڑی گھڑی بھر نہ آوے نے!

میرے دلکو سجن ــــ سجن سمجھا دو ــــ ہاں ہاں جی۔ سمجھا دو ــــ!

کہ گھڑی گھڑی بھر نہ آوے ــــ کہ گھڑی گھڑی"!

اور ہے بھی ٹھیک " وکٹوریہ ٹرمینس " پر اترتے ہی تمہارا سارا غم غلط ہو جائیگا ایکدم سے! ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاک اوڑتے ہوئے لکھنؤ کو بھول جاؤ گی تم ــ! چوک کی کثیف، گندی اور تنگ و تاریک گلیاں پھر کبھی یاد نہ آئیں گی تمہیں ــ اس طرح خواب و خیال ہو جائیں گے افسانہائے " وصل وصال " ــ جس طرح ایک میٹھا سپنا دیکھ رہی تھیں ــــ نہایت شیریں خواب! اتنا لطیف کہ جیسے کوئی رنگین افسانہ پڑھتے پڑھتے خاتمے پر چونک پڑے کوئی شخص ــــ لیکن وہ افسانہ ترقی پسند ادب کا شاہکار ہو تب! نہیں تو کچھ نہیں ــــ!

بمبئی پہونچتے ہی آپ کا " سواگت " پہلے پہل " نئے چہرے " تلاش کرنیوالی ایک پارٹی کرے گی ــ جو رنگین مزاج نوجوانوں کی ایک خوشرنگ ٹولی ہو گی۔ جس کے ہر فرد کے دل میں " پروڈیوسر " بننے کی تمنائیں موجیں مار رہی ہوں گی ــ جس کے خدّ و خال کے تمام نقش و نگار

بمبئی کی مسموم فضاؤں سے مرجھا چکے ہوں گے۔ جن کے بھڑکیلے لباس سے ویسی ہی لپٹیں نکل رہی ہوں گی جس قسم کی خوشبوئیں یا بدبوئیں چوک میں داخل ہونیوالوں کو اچانک چونکا دیا کرتی ہیں ـــ بس فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ چوک سے جو لپٹیں نکلتی ہیں ان میں نسوانیت ہچکیاں لیتی ہوئی محسوس کی جاتی ہے۔ اور ان میں ایک نکمّی مردانگی سسکتی دیکھی گئی ہے ـــ

بہر حال تم جیسے ہی وہاں پہونچو گی "فلمسازوں" کا "ففتھ کالم" تم تک فوراً پہونچ جائیگا ـــ اگر تمہارے دل میں اس قسم کی خواہش موجود نہیں ہے تو وہ لوگ چند ہی روز میں بہت سے "سبز باغ" اُگا کر تمہیں دکھا دیں گے!ـــ تمہارے مستقبل کے آئینہ پر اس طرح جلا کر دیں گے کہ تمہیں اپنا چہرہ اس سے بھی زیادہ دلفریب نظر آئیگا جیسا کہ اب دیکھ سکتی ہو آئینہ میں ـــ!

وہ کہیں گے تم سے ـــ کہ تم میں ایک کامیاب ہیروئن!، ایک بہترین ممثلّہ!، اور ایک عدیم المثال اسٹار بن جانیکے پورے پورے "جراثیم" موجود ہیں ـــ اور اگر تم نے اس طرف قدم بڑھانے میں کسر مسر کی تو سمجھ لو کہ پیشِ خدا قیامت میں ذمہ دار ہو گی۔ حشر کے دن

سوسائٹی تمہارا دامن پکڑ کر جھنجھوڑے گی ــ سماج گریبان میں ہاتھ ڈالدے گا ــ ہندوستان کی اصلاحی ترقیاں نکلیے عرشِ الٰہی کو تھام لینگی کہ یہی وہ عورت ہے جس نے باوجودیکہ اس میں "فلمی لیڈری" کی تمام صلاحیتیں موجود تھیں ــ انکار کر دیا ــ کچھ اور لوگ آئیں گے ــ "آرٹسٹ"! جن کی رقص کرتی ہوئی پتلیاں عجیب عجیب "زاویئے" بنا کر تمہاری عمر، حسن اور اجڑے ہوئے خدّ و خال کا جایزہ لینگے ــ! ایک پُر وقار اور سنجیدہ ایکٹنگ کے ساتھ تمہیں مسحور کرنے کی کوشش کرینگے یہ لوگ! احمق بنکر تمہارے احمق بنانے کا داؤں لگائینگے ــ! خود ریجھ کر تمہیں رجھانے کے جال بچھائینگے! ــ ان میں سے اکثر ہوں گے جو تمہیں پہلی ہی نگاہ سے دیکھتے کہدیں گے ــ "کیوں اپنی مٹی برباد کرنے کے لئے آپ بمبئی آگئیں"! اجی کوئی پوچھتا بھی ہے یہاں کسی کو ــ! انڈسٹری کی حالت! توبہ ہے، ناقابل بیان اور حد درجہ قابلِ رحم ہے ــ خدا کسی شریف کو اس دنیا میں نہ پھنسا دے ــ ضمیر فروشی، خوشامد چاپلوسی، اب میں آپ سے کیا عرض کروں جس کا دنیا میں کہیں ٹھکانا نہ ہو وہ بمبئی آکر "انڈسٹری" پر

بھینٹ چڑھ جائے ــــ!

ملو دمجھ ہی کو دیکھ لیجئے آج دس سال سے ٹھوکریں کھا رہا ہوں، ہزاروں فاقے کئے ۔ مہینوں فٹ پاتھ پر سویا۔ برسوں اپنے ہاتھ سے کپڑے دھونا پڑے صدہا مرتبہ سیٹھوں نے ذلّت کے ساتھ نکلوا دیا۔ ہزاروں دفعہ ایسا ہوا کہ پوری پوری امیّد دلا کر عین وقت پر مایوس کر دیا گیا مجھے ــــ! پھر ــــ پھر آپ تو ایک "شریف" عورت ہیں کمسن بھی اور حسین بھی! خدا نکرے جو آپ کو ان آلام و مصائب سے دوچار ہونا پڑے اللہ نہ کرے جو آپ کے دشمن بمبئی کی ڈامر سڑکوں پر ٹھوکریں کھاتے پھریں ــــ! ٹرام اور بسوں سے ٹکرائیں سب سے بڑی مصیبت جو یہاں پیش آتی ہے "انڈسٹری" میں پہنچنا ــــ!

یقین مانئے ایکسو ایک فیصدی لوگ انڈسٹری میں ایسے ہی ہوتے ہیں جن پر کسی شریف عورت کو ہرگز ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے ــــ! ان کی چکنی چپڑی باتوں پر بھروسہ کرنیکے کھلے ہوئے معنی یہ ہیں ــــ کہ بس میں آپ سے کیا عرض کروں ــــ؟

اور .... ــــ اور ... خیر اس ناچیز کو نہ جانے

کیوں آپ سے اچانک ہمدردی پیدا ہوگئی ہے۔

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ——؟

بلا تامل ارشاد فرمائیے — سُنا تم نے؟ اسی طرح نجانے کتنے لوگ تم تک پہونچیں گے کچھ ہمت افزائی کریں گے، کچھ مایوس کن باتیں کر کے تمہیں اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کرینگے —— لیکن مقصد ان سب کا ایک ہی ہوگا، یعنی تمہارے جسم، تمہاری کمسنی اور لٹی ہوئی جوانی سے زیادہ سے فائدہ اٹھائیں — ہر طرح پر "ہم خرما و ہم ثواب" ہونیوالا یہ گروہ تمہیں کسی سیٹھ کی لب ساحل کوٹھی پر ایک دن کھینچ لے جانے میں ضرور کامیاب ہو جائیگا ——! اور پھر وہاں پہنچ کر تم وہ سب کچھ دیکھ لو گی جو ان "فلم" کے سفید پردوں کے پیچھے ہوتا تو ہمیشہ رہتا ہے لیکن ہر ایک کو نظر نہیں آتا —

مُنہ بنا کر سیٹھ جی کہیں گے ——!

"تم گانا جانتے کو سکتا ہے" کاہی کو! شرماتی کاہی کو ہے!" اپن تو دھندہ ہی ایسا ہے — خیر سناؤ، مگر جب تم گھبرائے ہوئے انداز میں گانا شروع کرو گی تو سگرٹ کے لچھے دار دھوئیں تمہارے حلق میں جا کر اُلجھ جائینگے —— اور تم یکایک کھانس کر چپ ہو جاؤ گی

— وہ کہے گا —!

"اچھا — اچھا — جانی دو! میوزک تو "بیک گراؤنڈ" سے بھی آجائیگی۔ ہاں اب —!

گویا کہ اس کے بعد مطلب کی باتیں شروع ہو جائینگی — یہی کچھ ہنسی مذاق — کچھ بے محابا قہقہے — کچھ معنی خیز مسکراہٹیں! اگر تم اس امتحان میں بھی کامیاب اُتر گئیں تو پھر کسی دوسرے وقت "ٹرائیل" کے لئے تمہیں یاد کیا جائیگا — "اسٹڈیو" میں نہیں ٹرائیل پہلے تو گھر پر لیا جاتا ہے، تب کہیں جا کر.....

.........—!

اگر ان تمام امتحانات میں تم کامیاب ہوگئیں۔ تو "انڈسٹری" کے دوسرے کل پُرزے تمہاری جانچ پڑتال شروع کریں گے! سب سے پہلے تو ڈائریکٹر —! جو تمہارے جسم کے ہر حصّے کو نہایت آزادی کے ساتھ ٹٹول کر یہ رائے دیگا کہ آیا یہ جانور ذبیحہ کے قابل ہے بھی یا نہیں! سارے بدن کے ایک ایک روئیں کو دیکھکر "اسٹیج بیوٹی" اور "میک اپ" کی مشکلات پر غور کرے گا۔ اور اس کے لئے بھی تمہیں ایک اچھی خاصی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ بصورتِ نقد

نہیں بلکہ ــــــ!
یہاں تک کہ کیمرہ مین سے لیکر ہر چھوٹا بڑا ــ
" آرٹسٹ " تمہارے حسن و جمال کو للچائی ہوئی نگاہوں
سے دیکھتے ہی کی کوشش نہ کرے گا بلکہ بڑی طرح
تمہاری " توجہات " کا مرکز بن جانے کے لئے بےچین نظر
آئیگا ــ تمہیں اپنا بنا لینے یا خود تمہارا بن جانے کے
لئے بیقرار نظر آئیگا ــــ اور ان تمام راستوں سے گذرتی
ہوئے یقین نہیں آتا کہ تم اپنے اس " پرن " پر قائم
رہ سکو کہ یہ جسم جس میں پاپی زاہد کا ہاتھ لگ چکا ہے اس
بیوفائی کے بعد بھی کسی کا نہیں ہو سکتا!
یہ " آتما " جس میں زاہد کی محبت گھر کر چکی ہے ــ
اب کسی دوسرے کی آشاؤں کا " مندر " نہیں بن سکتی
چاہے ساری زندگی یوں ہی بیت جائے ــــ!
لیکن خدانخواستہ اگر کہیں بمبئی کے " موالیوں "
یا " داداؤں " کے ہتھے چڑھ گئیں تو یقین مانو تمہارے
تمام منصوبے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جائینگے
نہ رہیگا بانس نہ بجے گی بانسری ــ زیادہ سے زیادہ
اگر تم کھلے بندوں " فارس روڈ " میں نہ بٹھالی گئیں
تب بھی کسی عالیشان بلڈنگ میں ایک خوشنما " فلیٹ "

لیکن یہ لوگ تمہیں روپیہ کمانے کی مشین کے طریقے پر استعمال کریں گے اور تم اُف بھی نہ کر سکو گی —

"بمبئی" تمہیں کیا معلوم کیسی جگہ ہے — ؟ انسانوں کا ایک ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا جاندار سمندر ہے یہ شہر! جہاں عرش سے فرش اور زمین سے آسمان تک آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ سیاہ کاریوں کا ایک ایسا بحرِ بیکراں جہاں دن اور رات میں کوئی فرق ہی محسوس نہیں کیا جا سکتا! "خون" کی اتنی ارزانی یہاں ہے جتنی پر شور سمندری پانی کی ناقدری —! اور "پاپ" یہاں "پاپ" کے کوئی ہجے بھی نہیں جانتا۔ معنی جاننا تو بہت بڑی بات! عورت! بمبئی کی تصوراتی اور عملی دنیا میں ایک بالکل بے قیمت جنس! جس کی "نسوانیت" نظاروں کی کثرت سے مسخ ہو کر ایک گوشت کے لوتھڑے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی!

بے حجاب اور عریاں مناظر کی فراوانیوں نے یہاں کی عورت کو "نسوانیت" سے اتنا الگ کر دیا ہے جتنا کہ مشرق مغرب سے علیحدہ ہے — یا جناح سے گاندھی —!!

پھر تم ہی بتاؤ تمہارے یہ گھبرائے ہوئے منصوبے

کتنی ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہیں اور بمبئی جانے کے ارادے، ہراکری، کرنے سے کسی طرح کم نہیں ـــ!

گاندھی جی نے تو ایک، ہمالیائی غلطی، کا ارتکاب کرتے ہی اعتراف کرلیا تھا۔ مگر تم کتنی "ہمالیائی غلطیاں" کرکے بھی توبہ نہیں کرتیں ـــ! پچھتانے کے بعد دوبارہ پچھتاوے کیلئے تیار رہو رہی ہو ـــ!

اگر ساری دنیا کے کہنے کو ٹھکرا کر تم عشق کی آگ میں پھاند پڑی تھیں تو اب غم فراق کی آتشباریوں سے کیوں گھبراتی ہو، جب پہلے دنیا کے کہنے پر کان نہیں دھرے تو اب یہ شکوے بالکل بیکار ہیں کہ زاہد نے بیوفائی کی ـــ! دغا کی ـــ! دھوکا دیا ـــ فریب کیا! چھوڑو بھی ان فرسودہ کہانیوں کو اب صرف یہ سوچو کہ تم آیندہ کیا کرو گی ـــ؟

اچھا! اب اجازت دو رات زیادہ ہو گئی ہے تھوڑی دیر کیلئے سونا بھی تو ہے ابھی ـــ!

اچھا......ـــ!

ختم شد